مطالعہ حدیث کے

اصول ومبادی

حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندوی رحمۃ اللہ علیہ

ناشر

سید احمد شہیدؒ اکیڈمی، دار عرفات، رائے بریلی

سن اشاعت .... ۱۴۲۳ھ مطابق ۲۰۰۲ء

تعداد ۱۱۰۰

نام کتاب .... مطالعہ حدیث کے اصول ومبادی.

نام مصنف .... حضرت مولانا سید ابوالحسن علی حسنی ندویؒ.

کمپوزنگ .... کمپیوٹر پوائنٹ، مولانا علی میاںؒ مارکیٹ،

رائے بریلی فون نمبر 2213446

ناشر .... سید احمد شہیدؒ اکیڈمی، دارعرفات، میدان پور

تکیہ کلاں، رائے بریلی، یوپی.

فون نمبر .... 0535 - 2212470

قیمت ....

نمبر شمار	فہرست	صفحہ نمبر

عرض ناشر

حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندویؒ کی ذات مجموعۂ حسنات اور جامع الکمالات تھی، لیکن اس جامعیت کے ساتھ جس وصف نے ان کی شخصیت میں نکھار پیدا کیا وہ ان صفات وکمالات میں عجیب وغریب توازن واعتدال ہے، یہ ان کی وہ مابہ الامتیاز صفت ہے جس نے ان کو تاریخ اسلام میں ممتاز مقام عطا کیا۔

یہ اسلامی مزاج کی سب سے اہم خصوصیت اور اس کا نمایاں امتیاز ہے کہ اس کے مختلف عناصر اس کے قالب میں پورے توازن کے ساتھ جلوہ گر ہیں، اور جس چیز کا جو خانہ شریعت اسلامیہ میں متعین کیا گیا ہے وہ چیز اس سے کم ہے نہ زیادہ، یہی انسانیت کی معراج ہے، اور یہی اسلامی مزاج کا صحیح پیمانہ، اگر کوئی بھی چیز اس حجم سے بڑھ جائے تو اس سے اسلامی مزاج میں بگاڑ پیدا ہونے لگتا ہے، اور پھر اسلام کی حقیقی تصویر نگاہوں سے اوجھل ہونے لگتی ہے۔

یہ اسلامی مزاج اپنے پورے توازن کے ساتھ حضرات انبیاء کرام علیہم السلام اور سب سے بڑھ کر حضرت خاتم المرسلین ﷺ کی زندگی میں نمایاں ہے، جن کے بارے میں قرآن مجید میں کہہ دیا گیا: ﴿ولکم في رسول الله أسوة حسنة.﴾ ''تمہارے لئے اللہ کے رسول (ﷺ) کی ذات میں بہترین نمونہ (موجود) ہے۔''

جو جتنا زیادہ نبوت کا مزاج شناس ہوگا وہ اسی کے بقدر اسلامی مزاج کا حامل اور اس کا نمائندہ تصور کیا جائے گا، حضرات انبیاء کرامؑ کے بعد حضرات صحابہؓ اس کا سب سے بڑا نمونہ ہیں، اور پھر تاریخ اسلام کے وہ سارے لوگ جنھوں نے اس کی روشنی میں اور انہیں خطوط پر زندگی گزاری، اور اس کی دعوت دی۔

تاریخ اسلام کے ان ہی منتخب افراد میں جنکو اسلامی مزاج کا نمائندہ کہا جا سکتا ہے، حضرت مولاناؒ کی شخصیت بھی ہے، جنھوں نے مزاج نبوت کو سمجھ کر اسی کی روشنی میں اپنی زندگی کا سفر شروع کیا اور منزل کو پہونچے، ان کے حالات وسوانح کا مطالعہ کرنے والوں سے یہ بات مخفی نہیں کہ ان کی پوری زندگی (عقائد کا شعبہ ہو یا عبادات کا، معاملات کا شعبہ ہو یا معاشرت کا) اسی کا پرتو نظر آتی ہے، عقائد واصول میں پہاڑ کی طرح ایستادہ کہ کوئی ہلا نہ سکے،

عبادات میں میانہ رو، نہ کسی طرح کا نقص اور نہ ہی غلو، معاملات میں پختہ، معاشرت میں اسلام کی تصویر، "المسلم من سلم المسلمون من لسانہ ویدہ۔" کا عملی نمونہ، اصول دین میں متصلب، فروعات اور اسالیب دعوت میں متوسع، ہر ایک کے حق شناس، اور اس کو ادا کرنے والے، اندر اور باہر یکساں، دوست اور دشمن کے خیر خواہ، دین کے لئے سینہ سپر، اور اس کی حفاظت کے لئے تیغ براں، دینی حمیت وغیرت کا پہاڑ، اپنی ذات کے لئے شاخ نرم ونازک، کوئی اذیت بھی پہونچائے تو اس کے ساتھ حسن سلوک کرنے والے، قول وعمل اور تقریر وتحریر میں ایک پیمانہ رکھنے والے، غرض یہ کہ اسلامی مزاج کے مختلف عناصر کو انھوں نے اس طرح اپنی زندگی میں داخل فرمالیا تھا کہ قریبی صدیوں میں کم ایسے مصلح اور مفکر ملیں گے، جنھوں نے اس توازن کے ساتھ اسلام کا نمونہ پیش کیا ہو، حضرت کا یہ توازن واعتدال جوان کی طبیعت کا حصہ بن گیا تھا ان کے مطالعہ حدیث میں بھی نظر آتا ہے، اپنے ایک مضمون میں تحریر فرماتے ہیں:

> "اس زمانہ میں خلافیات کے بجائے حدیث
> کے اس حصہ پر خصوصی توجہ کی ضرورت ہے جس کا تعلق
> معاشرت واخلاق، ایمان واحتساب، تہذیب نفس اور

معاملات سے ہے، یہی چیز درحقیقت مقاصد بعثت میں شامل ہے۔"(۱)

اسی کے ساتھ دوسری جگہ تحریر فرماتے ہیں:

"اس کا مطلب یہ نہیں کہ تقابلی مطالعہ نہ کیا جائے، اور مذاہبِ فقیہ کو احادیث کے سامنے پیش نہ کیا جائے، اور احادیث کی معتمد وصحیح کتابوں کو سامنے رکھ کر دلائل وشواہد سے بحث نہ کی جائے، جیسا کہ متقدمین علمائے کبار نے بھی کیا ہے، مقصود صرف یہ ہے کہ ان مذاہبِ فقہیہ کے خلاف جن کی اساس کتاب وسنت پر ہے، اور امت کا بڑا طبقہ اس پر عمل کرتا چلا آرہا ہے، کوئی ایسی متحمس تحریک یا جماعت قائم نہ کی جائے، یا کوئی سیاسی یا جماعتی نعرہ نہ دیا جائے، اس لئے کہ اس سے ردِّ عمل پیدا ہوگا، اور اس کے مقابلے کے لئے کوئی دوسری تحریک شروع ہوجائیگی، خاص طور سے یہ بات کسی ایسے زمانے میں جب اسلامی وجود، شریعتِ اسلامی اور اسلامی تشخص ہی کو خطرات درپیش ہوں

(۱) صبح صادق، لکھنؤ، حدیث نمبر نومبر ۱۹۵۶ء۔

اور ہر طرف سے یلغار ہو، یہ چیز ہرگز امت کے مفاد میں

نہیں ہے۔"(۱)

اس پہلو کو سامنے رکھ کر حضرت مولاناؒ نے "المدخل إلی دراسات الحدیث النبوي الشریف" کے عنوان سے مطالعہ حدیث کی بنیادی باتیں تحریر فرمائی تھیں، جس میں مبادیات تدوین حدیث کے ساتھ ساتھ مطالعہ حدیث کے اصل مقصد کی طرف توجہ دلائی گئی ہے، اس کی ضرورت تھی کہ اردو داں طبقہ کے سامنے بھی یہ فکر پیش کی جائے، راقم کے لئے یہ بات باعثِ شرف ہے کہ حضرتؒ کی زندگی ہی میں اس کو اس کے ترجمہ کی توفیق ہوئی، اور وہ قسط وار پندرہ روزہ "تعمیر حیات" میں شائع ہوا، اب تصحیح اور نظر ثانی کے بعد دوبارہ کتابی شکل میں اس کو شائع کیا جا رہا ہے۔

حضرتؒ کا اگرچہ اصل موضوع قرآن مجید ہے، اسی میں انھوں نے اپنی زندگی گزاری، لیکن حدیث سے اشتغال ان کا خاص رہا، فن حدیث میں انھوں نے اس فن کے ماہر و محقق اور باذوق استاذ شیخ الحدیث مولانا حیدر حسن خاں صاحبؒ کے سامنے زانوئے تلمذ تہہ کیا، ترمذی شریف انھوں نے حضرتؒ کو دو مرتبہ پڑھائی، جس نسخہ سے تعلیم ہوئی وہ بھی ترمذی شریف کے

---

(۱) مطالعۂ حدیث کے اصول ومبادی/ حاشیہ ص/۸۳۔

نادر نسخوں میں شمار کے جانے کے قابل ہے، حضرتؒ ہی کے خاندان کے ایک بزرگ مولانا قطب الہدیٰ محدث حسنیؒ نے اس کو شاہ عبدالعزیز دہلویؒ کے درس سے نقل کیا تھا، اور اس پر جابجا حواشی بھی لکھے تھے، مولانا حکیم عبدالحی حسنیؒ نے مایہ ناز محدث شیخ حسین عربؒ سے تعلیم حدیث کے وقت اسی نسخہ کو سامنے رکھا تھا اور دورانِ درس انھوں نے بھی کچھ حواشی تحریر فرمائے تھے، جب حضرت مولاناؒ کی ترمذی شروع ہوئی تو برادرِ اکبر مولانا حکیم ڈاکٹر سید عبدالعلی حسنیؒ نے یہ نسخہ پڑھنے کے لئے دیا، اور حضرتؒ نے بھی اپنے پیشروؤں کی طرح حواشی لکھنے شروع کئے تھے، لیکن پھر غلبہ تواضع میں انھوں نے اپنے حواشی پر کاغذ چپکا دئے، تاکہ پڑھے نہ جاسکیں، جو کچھ بھی حواشی باقی رہ گئے ہیں وہ انکے ذوق و تحقیق کے ثبوت کے لئے کافی ہیں۔(۱)

دارالعلوم میں تدریس کے دوران متعدد مرتبہ حدیث کی منتہی کتابوں کا درس بھی دیا، جن میں ترمذی اور بخاری خاص طور قابل ذکر ہیں، تاہم نگاہ کی کمزوری کے باعث یہ سلسلہ جاری نہ رہ سکا۔

حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحبؒ نے اپنی حدیث کی بیشتر کتابوں پر حضرت سے مقدمے لکھوائے، یہ مقدمات خود اپنی جگہ اس فن

(۱) صاحب تحفۃ الاحوذی مولانا عبدالرحمٰن صاحب مبارکپوریؒ سے بھی حضرتؒ کو اجازت حدیث حاصل تھی۔

میں شاہکار ہیں، ساری زندگی حضرت نے حدیث سے اشتغال رکھا، حدیث کی کوئی نہ کوئی کتاب زیر مطالعہ رہی، آخر میں بخاری شریف سبقاً سبقاً اپنے بعض عزیزوں سے سنتے تھے، اور کبھی کبھی کچھ کلام بھی فرماتے تھے، پیش نظر رسالہ "المدخل إلى دراسات الحديث النبوي الشريف" بھی وفات سے چار ہی پانچ سال قبل تحریر فرمایا تھا، جس میں اس فن کے مبادیات کے ساتھ مطالعہ حدیث کے اصل مقصد کو واضح کیا گیا ہے، اور اس سلسلہ میں بعض مرتبہ جو انتہا پسندی اور عدم توازن پیدا ہو جاتا ہے، اس کی نشاندہی کی گئی ہے، سید احمد شہیدؒ اکیڈمی کے لئے یہ عزت کی بات ہے کہ اس کا اردو ترجمہ "مطالعۂ حدیث کے اصول ومبادی" کے نام سے اس کو شائع کرنے کی سعادت حاصل ہو رہی ہے، اللہ تعالیٰ اس کو نافع بنائے، اور اس کی اشاعت میں جن دوستوں نے تعاون کیا اُن کو اجر عطا فرمائے۔ آمین.

بلال عبدالحی حسنی

بروز دوشنبہ ۱۹/ رمضان المبارک ۱۴۲۳ھ

گوشۂ مفکر اسلام، دار عرفات، رائے بریلی.

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

باب اوّل

علمِ حدیث کے وجود وبقاء میں حکمتِ الٰہی

الحمد لله رب العالمين، والصلوٰة والسلام على سيد المرسلين وخاتم النبيين، محمد قائد الغرّ المحجّلين، وعلى أصحابه حفظة الكتاب والسنة وحملة لواء الدين، ومن تبعهم بإحسان من العلماء الراسخين الذين ينفون عن الإسلام تحريف الغالين وانتحال المبطلين وتأويل الجاهلين.

أما بعد!

علمِ حدیث کی یہ نمایاں خصوصیت اور اس کا بنیادی وصف ہے کہ شروع ہی سے اس امت کے باتوفیق اور عالی ہمت علماء نے اس کو اپنی توجہات کا محور بنایا، اس کے حفظ وتدوین اور نشر واشاعت کا اہتمام کیا، اس کے ضبط واتقان کا غایت درجہ اہتمام کیا، اس سے متعلق علوم وفنون پر بھی انھوں نے اپنی توجہ صرف کی، اوراس بابرکت علم کے لئے اپنا سب کچھ قربان کردیا۔

یہ محض فضلِ خداوندی اور توفیقِ الٰہی کی کارفرمائی تھی، اور اس سے صاف اس کی حکمت نظر آتی ہے، اور حفاظت دین کے وعدۂ الٰہی کا اظہار ہوتا ہے، خدمت حدیث کا یہ جذبہ اس قوت کے ساتھ پیدا ہوا کہ امت کے لئے اس کے سبب کا جاننا بھی دشوار ہوگیا، اور اس جذبہ کو دبانا یا اس کا دور کرنا ناممکن ہوگیا، معلوم ہوتا تھا کہ کوئی ایسی طاقت کھینچ کر اِس کی طرف لے جارہی ہے کہ اُس سے مقابلہ آسان نہیں، لیکن ساتھ ساتھ اس میں ایسی نرمی ہے کہ ذرا بھی ثقل ومشقت کا احساس نہیں ہوتا، اس کے ساتھ چلے جانے اور اس کی دعوت پر لبیک کہنے میں ایک ایسی لذت محسوس ہوتی ہے، اور دل کو ایسی راحت نصیب ہوتی ہے کہ اس سے بڑھ کر نہ کوئی لذت ہے نہ راحت، اس کی راہ میں ساری مشقتیں اور کلفتیں ہیچ ہیں، اور ساری مسافتیں اور دوریاں قرب کا سامان ہیں، یہ امت اس کے ممکنہ مقامات پر اس کے حصول کے لئے، اس کے حفظ وروایت اور نشر واشاعت کے لئے ٹوٹی پڑتی ہے، گویا کہ اذکیاے عالم اور عباقرۂ زمانہ کا ایک سیلِ رواں ہے کہ جس کی کوئی مثال کسی تمدن وتہذیب اور علم وثقافت کی تاریخ میں نہیں ملتی، بلاشبہ یہ محض توفیقِ الٰہی تھی اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک الہام تھا جو اس نے امت کے باتوفیق اور عالی ہمت علماء کے دلوں پر کیا تھا۔

ختمِ نبوت کا تقاضہ

یہ سب کی سب چیزیں اسرارِ الٰہی سے تعلق رکھتی ہیں، اور اس ذات عالی کی رسالت پر اللہ تعالیٰ کی رحمت وعنایت کے روشن دلائل ہیں، جس ذات پر اللہ تعالیٰ نے اس سلسلہ کو مکمل فرمادیا، اس شریعت پر اللہ تعالیٰ کی خاص توجہ کا ثبوت ہیں، جس کے بارے میں اس نے خلود وبقاء کا فیصلہ فرمادیا، اور اس کو تمام زمانوں اور آنے والی نسلوں کے لئے عام کردیا۔

یہ خاص توفیقِ الٰہی جو علماءِ متقدمین کے حصہ میں آئی، اور یہ الہام جو اللہ نے اپنے خاص بندوں پر کیا، اوّلاً یہ جذبہ حفظِ حدیثِ نبویؐ کا سبب بنا، ثانیاً اس سے استنباطِ احکام اور فروعی مسائل کے اخذ کا کام ہوا، ثالثاً ان علوم کی تدوین ہوئی جو قرآن مجید سے مأخوذ ومستنبط ہیں، مثلاً صرف ونحو وبلاغت وغیرہ، رابعاً معاجم، لغات اور دوسری تصنیفات کی تدوین ہوئی، اور کتاب وسنت کی تعلیم کے لئے مدارس قائم کئے گئے، پھر یہی الہام تزکیۂ نفوس، تہذیبِ اخلاق، حقیقتِ ایمان اور درجۂ احسان کے حصول، اور قلوب ونفوس کے علاج کے لئے طبِّ نبویؐ کی تجدید، پھر اس علم کے اصول وقواعد کے انضباط اور اس کی بنیادوں کے قیام کا ذریعہ بنا، اور اس کے علاوہ بھی نہ معلوم کتنے علوم اور مفید چیزیں اسی الہام کی وجہ سے وجود میں آئیں جو اللہ تعالیٰ نے

اس امت کے ان افراد پر کیا تھا، جن کے دل پاک وصاف تھے، علمِ دین میں ان کو رسوخِ تام حاصل تھا، اور ایمان ویقین کا حظِّ وافر اُن کو ملا تھا، تو یہ الہامِ الٰہی ختمِ نبوت اور دین کی تکمیل کے دلائل میں سب سے زیادہ روشن دلیل ہے، اور اس سے یہ حقیقت بھی آشکارا ہوتی ہے کہ اس دین وشریعت کے ساتھ اللہ کی نصرت وعنایت ایک لمحہ کے لئے بھی جدا نہیں ہوتی، اور اس پر کوئی ایسا وقت نہیں گذرتا جس میں اس کی طرف سے تائیدِ غیبی نہ ہوتی ہو۔

مجسمہ تراشی اور قصہ کہانیوں کے بجائے ایک بہترین تحفہ

یہاں سے یہ بات بھی معلوم ہو جاتی ہے کہ انبیاء کرام اور اپنے اپنے زمانہ کے مجددین میں صرف نبی کریم ﷺ کی تنہا ذاتِ گرامی ہے، جن کے بارے میں ہم کو چھوٹی بڑی ہر چیز معلوم ہو جاتی ہے، اخلاق وعادات، خیالات ورجحانات اور قول وعمل کی ان باریکیوں کا ہم کو علم ہو جاتا ہے، جو زمانۂ قریب کی شخصیات کے بارے میں بھی نہیں ہوتا، بلکہ وہ باریکیاں معاصرین کے بارے میں بھی معلوم نہیں ہوتیں، اور یہ صرف حدیث شریف کا کارنامہ ہے، جس نے آپ ﷺ کی حیاتِ مبارکہ کی ایک ایک چیز ہمارے سامنے رکھ دی۔

قدیم امتوں اور حاملینِ مذاہب کی یہ عادت تھی کہ وہ اپنے انبیاء کی

تصویریں بنالیا کرتے تھے، ان کے مجسمے تراش لیتے تھے، اور موجودہ نسلوں کے سامنے پیش کرتے، اور ان کی یاد تازہ کرتے، یہیں سے بت پرستی کا آغاز ہوا، جس سے سب واقف ہیں، اور وہ آفتیں نازل ہوئیں، جن سے ہر امت دوچار ہوئی، اللہ تعالیٰ نے اس امت اور اس انسانیت پر بڑا فضل فرمایا کہ اس کے لیے انبیاء کی تصویر گری اور بت تراشی کو حرام کردیا، اور اس کے بدلہ میں حدیث نبوی کا وہ تحفہ عطا فرمایا جو بولتی چالتی تصویروں کا حسین مرقّع ہے، جس سے آدمی اپنے نبی ﷺ کو پہچان سکتا ہے، اور آپ ﷺ کی صحبت کی سعادت حاصل کرسکتا ہے، گویا کہ وہ آپ کی مجلس میں حاضر ہوگیا، اور آپ کی بات سن لی، ایک زمانہ آپ کے ساتھ گزار لیا، آپ کے افعال کا مشاہدہ اور آپ کی سیرت کا مطالعہ کرلیا، خدا محفوظ رکھے اس قیمتی اور عظیم نعمت کا ضائع ہوجانا ایک ایسا حادثہ ہے جس کا اندازہ لگانا مشکل ہے، اور ایسا خسارہ ہے جس کا کوئی بدل نہیں۔

حدیث مسلمانوں کی مستند زندگی کے معیار و میزان کی حیثیت سے

حدیثِ نبویؐ ایک ایسی صحیح میزان ہے جس میں ہر دور کے مصلحین و مجددین اس امت کے اعمال وعقائد، رجحانات وخیالات کو تول سکتے ہیں، اور امت کے طویل تاریخی وعالمی سفر میں پیش آنے والے تغیرات اور

انحرافات سے واقف ہو سکتے ہیں، اخلاق و اعمال میں کامل اعتدال و توازن اس وقت تک پیدا نہیں ہو سکتا، جب تک کہ قرآن و حدیث کو بیک وقت سامنے نہ رکھا جائے، اس لئے کہ حدیث ہی نبی کریم ﷺ کی وفات سے پیدا ہونے والے اس خلاء کو پُر کر سکتی ہے، جس کا وقوع قانونِ الٰہی کے تحت ایک لازمی امر تھا، چنانچہ ارشادِ خداوندی ہے:

﴿وَمَا مُحَمَّدٌ إِلَّا رَسُولٌ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ﴾(۱)

(اور محمد ﷺ تو بس ایک رسول ہیں، ان سے قبل اور بھی رسول گزر چکے ہیں.)

دوسری جگہ فرمایا: ﴿إِنَّكَ مَيِّتٌ وَإِنَّهُمْ مَيِّتُونَ﴾(۲)

(آپ کو بھی مرنا ہے، اور اُن کو بھی مرنا ہے.)

اگر حدیثِ نبوی کا وہ ذخیرہ نہ ہوتا جو معتدل، کامل و متوازن زندگی کی صحیح نمائندگی کرتا ہے، اور وہ حکیمانہ نبویؐ تعلیمات، اور وہ احکام نہ ہوتے، جن کا آپ ﷺ نے امت کو پابند بنایا تھا، تو یہ امت افراط و تفریط کا شکار ہو کر رہ جاتی، اور اس کا توازن برقرار نہ رہتا، اور وہ عملی مثال موجود نہ رہتی، جس کی اقتداء کرنے کی خداتعالیٰ نے اپنے اس فرمان میں ترغیب دی ہے:

﴿لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللَّهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ﴾(۳)

---

(۱) سورۂ آل عمران/۱۴۴. (۲) سورۂ زمر/۳۰. (۳) سورۂ احزاب/۲۱.

(یقیناً تمہارے لئے رسول اللہ (ﷺ) کی ذات میں بہترین نمونہ ہے.)

اور یہ فرما کر آپ ﷺ کے اتباع کی دعوت دی ہے:

﴿قُلْ إِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّونَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُونِي يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوبَكُمْ﴾ (۱)

(آپ کہہ دیجئے! کہ اگر تمہیں اللہ سے محبت ہے تو میری اتباع کرو، اللہ تم سے محبت کرے گا، اور تمہارے گناہ معاف کردے گا.)

یہ ایک ایسا عملی نمونہ ہے جس کی انسانوں کو ضرورت ہے، اور جس سے انسان زندگی اور قوت واعتماد حاصل کرسکتا ہے، اور یہ اطمینان کرسکتا ہے کہ دینی احکام کا زندگی پر نفاذ نہ صرف آسان بلکہ ایک انسانی ضرورت ہے۔

حدیث احتسابِ امت کا ایک طاقتور ذریعہ اور مصلحین ومجددین امت کی ایک تربیت گاہ

حدیثِ نبویؐ زندگی، قوت اور اثر انگیزی سے بھرپور ہے، اور ہمیشہ اصلاح وتجدید کا کام کرنے، فساد اور خرابیوں اور بدعتوں کے خلاف صف آرا،

---

(۱) سورۂ آل عمران/۳۱.

اور برسرِ جنگ ہونے، اور معاشرہ کا احتساب کرنے پر ابھارتی رہی ہے، اور اس کے اثر سے ہر دور اور ہر ملک میں ایسے افراد پیدا ہوتے رہے ہیں جنھوں نے اصلاح وتجدید کا جھنڈا بلند کیا، کفن بردوش ہوکر میدان میں آئے، اور بدعات وخرافات اور جاہلی عادتوں سے کھلی جنگ کی، اور دین خالص اور صحیح اسلام کی دعوت دی، اسی لئے حدیثِ نبویؐ امت اسلامیہ کے لئے ایک ناگزیر حقیقت اور اس کے وجود کے لئے ایک لازمی شرط ہے، اس کی حفاظت، ترتیب وتدوین، حفظ اور نشر واشاعت کے بغیر امت کا دینی وذہنی، عملی واخلاقی دوام وتسلسل برقرار نہیں رہ سکتا تھا۔

صحابۂ کرامؓ کے ابتدائی دور میں بڑے علمی اور تالیفی پیمانہ پر تدوین حدیث میں توقف کی حکمت

صحابۂ کرام ﷺ کا ابتدائی دور اگرچہ کتابتِ حدیث سے خالی نہیں رہا، اور احادیث کے بعض مجموعے بھی مرتب کئے گئے، لیکن بڑے پیمانہ پر کتابتِ حدیث اور اس کی نشر واشاعت سے توقف کیا گیا، خاص طور سے امیر المؤمنین حضرت عمر فاروق ﷺ نے اس میں شدت اختیار کی، جو بڑے حکیم، اور اسلام اور مسلمانوں کے مصالح پر گہری نظر رکھنے والے تھے اور اس دین کے مستقبل کے بارے میں ان کو بڑی بصیرت حاصل تھی۔

ڈاکٹر مصطفیٰ سباعیؒ نے "السنة ومكانتها في التشريع الإسلامي" میں اس موضوع پر بڑی اچھی بحث کی ہے، جو یہاں نقل کی جاتی ہے:

"یہ بات بھی پیش نظر رہے کہ حضرت عمرؓ کو یہ بات ناپسند تھی کہ کثرت سے حدیثیں بیان کی جائیں، تاکہ لوگ قرآن مجید کو چھوڑ کر حدیث ہی میں مشغول نہ ہوجائیں، (۱) جبکہ قرآن تازہ تازہ نازل ہوا تھا، اور ابھی مسلمانوں کو اس کے حفظ و نقل اور اس میں غور و فکر کی سب سے زیادہ ضرورت تھی، امام شعبیؒ حضرت قرظہ بن کعبؓ سے روایت کرتے ہیں، کہ انھوں نے فرمایا، کہ ہم عراق کے سفر کے ارادہ سے

(۱) جیسا کہ بعض مذاہب اور سابقہ امتوں کے ساتھ ہوا کہ وحیِ الٰہی اور ان کے انبیاء و علماء و شارحینِ مصاحف کے کلام اس طرح ایک دوسرے سے مل گئے کہ تمیز کرنا مشکل ہوگیا، اور یہیں سے اشتباہ و تحریف کا دروازہ کھل گیا، توراۃ و تلمود کے ساتھ یہود کا یہی موقف رہا، کہ تلمود کی جتنی تعظیم اور اس پر جتنا اعتماد انھوں نے کیا، وہ توراۃ کا نہیں کیا، تو یہ واقعہ یہود کے ساتھ عملی اور واضح شکل میں پیش آیا، تملود کے پاروں پر ہی انھوں نے تکیہ کرلیا اور اس میں مشغول ہوگئے، اسی کی تلاوت کرتے، اور اسی سے استدلال کرتے، تلمود، مثنی اور جیمارہ کا عمومی نام ہے، جو ربانی شریعت اور یہود کی دوسری رسوم و رواج کے ذکر پر مشتمل ہے، تلمود کے نسخے (جس کی زیادہ سے زیادہ ۱۲/جلدیں ہیں) ان تفاسیر و حواشی پر مشتمل ہے جو یہود کے علماء و احبار اور قائدین کی تحریر کردہ ہیں.

نکلے، تو حضرت عمرؓ بھی مقامِ صرار تک ہمارے ساتھ تشریف لائے، اور ارشاد فرمایا کہ کیا تم جانتے ہو کہ کیوں میں تمہارے ساتھ یہاں تک آیا ہوں؟ ہم نے عرض کیا، اس لئے کہ ہم رسول اللہ ﷺ کے اصحاب ہیں، اس لئے آپ تشریف لائے ہیں، آپ نے فرمایا کہ تم ان لوگوں کے پاس جا رہے ہو جن کو قرآن مجید سے اس درجہ شغف اور محبت ہے جتنا شہد کی مکھی کو اپنے چھتہ سے ہوتا ہے، تو تم ان کو احادیث میں مشغول کر کے اس سے روک نہ دینا، قرآن مجید کا اہتمام کرو، اور روایات کی کثرت سے احتراز کرو، جاؤ! میں تمہارے ساتھ ہوں، حضرت قرظہؓ فرماتے ہیں کہ جب ہم وہاں پہونچے تو وہاں کے باشندوں نے ہم سے احادیث سنانے کی فرمائش کی تو ہم نے کہا: حضرت عمرؓ نے ہمیں اس سے منع فرمایا ہے۔"(۱)

حضرت عروہ بن زبیرؓ سے مروی ہے کہ حضرت عمرؓ نے حدیث کی کتابت کا ارادہ فرمایا تو صحابہؓ سے مشورہ کیا، صحابہ کرامؓ نے کتابت ہی کا مشورہ دیا، تو حضرت عمرؓ استخارہ فرماتے رہے، ایک دن صبح

(۱) السنۃ ومکانتہا فی التشریع الاسلامی، بحوالہ جامع بیان العلم وفضلہ، ۲/ ۱۲۰.

ہوئی تو اللہ نے ان کے دل میں ایک رائے ڈالی، فرمانے لگے کہ میں نے احادیث لکھنے کا ارادہ کیا تھا، مجھے وہ اقوامِ سابقہ یاد آئیں، جنھوں نے کتابیں لکھیں اور اسی میں مشغول ہو گئے، اور کتاب اللہ کو ترک کر دیا، خدا کی قسم میں کتاب اللہ کے ساتھ کسی دوسری چیز کو کبھی شامل نہ کروں گا۔ (۱)

تدوینِ حدیث کے اہتمام کا دور

اللہ تعالیٰ نے مقدر کر دیا تھا کہ اس اہم کام کے لئے جس کی زمانہ کو پیاس تھی، اور اس امت کا تشریعی، علمی و عملی مستقبل اس سے وابستہ تھا، حضرت عمرؓ ہی کے ہم نام اور ان کے نواسہ (۲) اپنے زمانہ کے خلیفۃ المسلمین حضرت عمر بن عبد العزیزؒ کو کھڑا کرے، خلافت کی باگ ڈور سنبھالنے کے بعد سب سے پہلے انھوں نے حدیث کی طرف توجہ فرمائی، ان کے لئے یہ سعادت مقدر تھی اور نوشتۂ تقدیر میں یہ لکھا جا چکا تھا کہ وہ یہ مبارک فریضہ انجام دیں، اور اس کی طرف رہنمائی میں باریک بینی اور بالغ نظری سے کام لیں، جیسا کہ ان کے نانا حضرت عمر فاروقؓ نے جمعِ قرآن کے سلسلہ میں کیا تھا، خلیفۂ رسول ﷺ حضرت ابو بکر صدیقؓ کو جمع قرآن کا مشورہ دینے والے اور اس پر اصرار کرنے والے آپؓ ہی تھے، اب جبکہ قرآن و حدیث

(۱) جامع بیان العلم وفضلہ، ۱/ ۷۶۔

(۲) حضرت عمر بن عبد العزیزؒ کی والدہ ام عاصم بنت عاصم حضرت عمر فاروقؓ کی پوتی تھیں۔

کے التباس کا خطرہ دور ہو چکا تھا، اور یہ اندیشہ بھی نہیں تھا کہ مسلمان حدیث میں مشغول ہو کر قرآن مجید کو فراموش کر دینگے، قرآن مجید کے حفاظ اور اس پر مر مٹنے والے عالمِ اسلام میں کثرت سے پھیل چکے تھے، اور اللہ کا یہ وعدہ پورا ہو چکا تھا کہ:

﴿إِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَإِنَّا لَهُ لَحَافِظُونَ﴾ (۱)

(ہم نے ہی نصیحت (قرآن) کو اُتارا ہے، اور ہم ہی اس کی حفاظت کرنے والے ہیں۔)

تو خلیفۂ وقت حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ نے اس زمانہ کے محدثِ جلیل اور عالمِ کبیر ابو بکر بن محمد بن حزمؒ کو یہ خط ارسال فرمایا:

"آپ کو اللہ کے رسول ﷺ کی جو بھی حدیث ملے، اس کو قلمبند فرمالیں، اس لئے کہ مجھے علم کے مٹ جانے اور علماء کے اُٹھ جانے کا اندیشہ ہے۔" (۲)

خاص طور پر انھوں نے حضرت عبدالرحمٰن انصاری ﷺ کی صاحبزادی حضرت عمرۃؓ اور قاسم بن محمد بن ابو بکرؓ کی مرویات کی طرف متوجہ کیا، انھوں نے تنہا حضرت ابو بکر بن حزم ہی کو خط نہیں لکھا، بلکہ عمّالِ حکومت کو بھی

---

(۱) سورۂ حجر/۹.

(۲) صحیح بخاری، کتاب العلم، باب کیف یقبض العلم.

فرامین ارسال فرمائے کہ: ''جو بھی حدیثِ رسول ﷺ ملے، اس کو جمع کرلو'' (۱) اور صرف دوسروں کو آمادہ کرلینے کو کافی نہیں سمجھا، بلکہ علماء کے لئے وظائف جاری کئے تاکہ وہ نشرِ علم کے لئے فارغ ہوجائیں، اور کسبِ مال کی مشقت ان کو نہ برداشت کرنی پڑے، محمد بن حکمؒ فرماتے ہیں:

''حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ نے یزید بن ابو مالکؒ اور حارث بن محمدؒ کو دیہاتوں میں بھیجا، تاکہ وہ لوگوں کو حدیث وسنت کی تعلیم دیں، اور ان کے لئے وظائف جاری فرمائے، تو یزیدؒ نے وظیفہ قبول کرلیا، اور حارثؒ نے یہ کہہ کر انکار کردیا، کہ مجھے اس علم پر جو اللہ نے عطا فرمایا ہے، اجرت لینا گوارہ نہیں، حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ کو جب اس کا علم ہوا تو فرمایا:

''یزید نے جو کیا اس میں کوئی حرج نہیں، اور حارث جیسے افراد اللہ ہم میں مزید پیدا فرمائے'' (۲)

پہلی اور دوسری صدی میں تدوینِ حدیث کی تحریک

حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ کے دورِ خلافت میں کتابت وجمع حدیث کا کام کوئی نیا نہیں تھا، کہ سابقہ زمانہ میں اس کی کوئی نظیر نہ ہو، بلکہ غیر رسمی طور پر

(۱) فتح الباری، ۱/ ۱۹۵، بحوالہ تاریخ اصفہان.

(۲) سیرت عمر بن عبدالعزیزؒ/ مصنفہ ابن عبدالحکم، ص/ ۱۶۷.

اور بغیر کسی تنظیم وتحریک کے یہ کام خود آنحضرت ﷺ کی حیاتِ مبارکہ میں ہی شروع ہو گیا تھا، اور آپ ﷺ کی وفات کے بعد بھی چلتا رہا، کتبِ تاریخ وتراجمِ صحابہ میں ان مجموعوں کا ذکر ان کے جامعین کی نسبت کے ساتھ موجود ہے۔

حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما نے ایک مجموعۂ احادیث مرتب کیا تھا، اس کا نام انھوں نے ''صادقہ'' رکھا تھا، (۱) حضرت علی ؓ کا بھی ایک صحیفہ تھا، (۲) حضرت انس ؓ کے صحیفہ کا ذکر بھی ملتا ہے، جس کو وہ لوگوں کے مجمع میں دکھایا کرتے تھے، (۳) حضرت عبداللہ بن عباس ؓ، (۴) حضرت عبداللہ بن مسعود ؓ (۵) اور حضرت جابر بن عبداللہ ؓ (۶) سے بھی جمع وکتابت کا ثبوت ملتا ہے۔

حضرت ابو ہریرہ ؓ کے شاگرد ہمام بن منبہؒ کے مجموعۂ احادیث سے بھی جمع وتدوین کی تحریک کے تقدم کا پتہ چلتا ہے، (۷) یہ صحیفہ قرنِ اوّل

---

(۱) جامع بیان العلم وفضلہ/ مصنفہ علامہ ابن عبدالبر، ۱/ ۷۲.

(۲) صحیح بخاری، کتاب العلم، باب کتابۃ العلم.

(۳) تقیید العلم/ ص ۵۰.   (۴) کتاب العلل/ امام ترمذیؒ.

(۵) جامع بیان العلم، ۱/ ۷۲.   (۶) صحیح مسلم.

(۷) وہ صحیفے جو آنحضرت ﷺ کے عہد مبارک میں مدوّن ہوئے تھے ان کا ذکر ڈاکٹر حمید اللہ صاحب نے ''صحیفہ ہمام بن منبہ'' کے مقدمہ میں تفصیل سے کیا ہے، جو اُردو ترجمہ کے ساتھ حیدرآباد سے ۱۳۷۴ھ میں طبع ہوا۔

کے کسی درمیانی حصہ میں لکھا گیا ہے، اس لئے کہ خود حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے اس کا املاء کرایا ہے، اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی وفات ۵۸ھ میں ہوئی ہے، یہ سب سے قدیم صحیفۂ حدیث ہے، جو آج بھی مکمل موجود ہے۔(۱)

دوسری صدی کے نصف سے تدوین و جمعِ حدیث کی تحریک پوری قوت ونشاط کے ساتھ چل پڑی، اور اس صدی کے جن لوگوں نے اس کی طرف توجہ کی، ان میں امام ابن شہاب زہریؒ (م ۱۲۴ھ)، امام ابن جریج مکیؒ (م ۱۵۰ھ)، ابن اسحاقؒ (م ۱۵۱ھ)، معمر یمنیؒ (م ۱۵۳ھ)، سعید بن عروبہ مدنیؒ (م ۱۵۶ھ)، ربیع بن صبیح سعدیؒ (۲) (م ۱۶۰ھ)، امام سفیان ثوریؒ

---

(۱) اس صحیفہ کے مخطوطے دمشق کے مکتبۂ ظاہریہ، شہر ٹیوبنگن کے مکتبہ برلین اور ترکی کی انقرہ یونیورسٹی کے کتب خانہ میں موجود ہیں، اور یہ صحیفہ مجلّہ "المجمع العلمي العربي" دمشق کے چار شماروں میں قسط وار ۱۳۷۲ھ میں شائع بھی ہوا ہے، پھر کتابی شکل میں بھی طبع ہوا، اس کی نشر و اشاعت اور تحقیق میں مشہور محقق وفاضل ڈاکٹر حمید اللہ صاحب حیدرآبادی کی مساعی کو دخل ہے۔

(۲) ابوبکر ربیع بن صبیح سعدیؒ کے بارے میں علامہ چلپیؒ "کشف الظنون" میں فرماتے ہیں کہ انھوں نے اسلام میں پہلی تصنیف کی، بصرہ کے جو لوگ عبدالملک بن شہاب مسمعیؒ کے ساتھ جہاد کے لئے سندھ آئے تھے، ان میں یہ بھی شامل تھے، سرزمین ہندوستان میں ساحل پر مقام باربد میں ان کی وفات ہوگئی۔ [الاعلام بمن فی تاریخ الهند من الاعلام، ۱/ مصنفہ مولانا عبدالحی حسنیؒ] باربد بھاڑ بھوت کا معرب ہے، جو گجرات میں واقع بھروچ کا ایک گاؤں ہے، اور نربدہ ندی کے کنارے واقع ہے۔ [رجال السند والهند فی القرن السابع/ مصنفہ قاضی اطہر مبارکپوریؒ]

(م ۱۶۱ھ)، امام مالک بن انسؒ صاحبِ موطأ (م ۱۷۹ھ)، امام لیث بن سعدؒ (م ۱۷۵ھ)، امام عبداللہ بن مبارکؒ (م ۱۸۱ھ) شامل ہیں، (۱) پھر یہ سلسلہ چل پڑا۔ (۲)

اس طرح قرآن مجید کے بعد امت کی توجہ کا مرکز علمِ حدیث بن گیا، اور اس امت کے مخلصین و مجاہدین کی کوششیں اس کے جمع و تدوین اور ضبط و تنقیح میں صرف ہوتی رہیں۔

صحاحِ ستہ

یہ سلسلہ برابر جاری رہا، اور اس کے لئے علمائے امت اور عباقرۂ علم نے اپنے آپ کو فنا کر دیا، یہاں تک کہ اس مجموعۂ احادیث سے جو عالمِ اسلام میں منتشر تھا، صحیح اور منقح احادیث نبویؐ کے مجموعے تیار ہوئے، جن میں

(۱) اس فہرست میں امام ابوحنیفہ کا نام بھی شامل ہے، جن کی وفات ۱۵۰ھ میں ہوئی اور جنھوں نے فنِ حدیث میں باقاعدہ کتاب تصنیف کی، جو "کتاب الآثار" کے نام سے موسوم ہے، بعض حضرات اس کو امام محمدؒ یا امام ابویوسفؒ کی تصنیف سمجھتے ہیں، لیکن درحقیقت یہ امام صاحبؒ کی تصنیف ہے، جن سے ان دو حضرات کی روایتیں بہت مشہور ہیں۔

(۲) پہلی اور دوسری صدی میں تدوینِ حدیث کی کوششوں کا ذکر مولانا سید مناظر احسن گیلانیؒ نے اپنی قیمتی کتاب "تدوین حدیث" (اردو) میں اور ڈاکٹر مصطفیٰ سباعیؒ نے "السنۃ ومکانتہا فی التشریع الاسلامی" (عربی) میں تفصیل سے کیا ہے، اس موضوع پر ان کتابوں کو ملاحظہ کر لیا جائے۔

سرفہرست یہ صحاحِ ستہ ہیں، جن کی صحت وتقدم پر علمائے فن اور ماہرین حدیث، علومِ دینیہ سے اشتغال رکھنے والوں اور قائدین کا اتفاق ہے۔

ان میں امام بخاریؒ کی جامع صحیح، امام مسلمؒ کی صحیح، جامع ترمذی، سنن ابی داوٗد، سنن نسائی اور سنن ابن ماجہ شامل ہیں، (۱) علماء کی اصطلاح میں ان کو صحاحِ ستہ سے تعبیر کیا جاتا ہے۔

پھر صحت وقبولیت اور افادہ کے لحاظ سے ان میں دو کتابوں کو تفوق وامتیاز حاصل ہے، ان میں پہلی کتاب امام محمد بن اسماعیل بخاریؒ کی "الجامع الصحیح" اور دوسری کتاب امام مسلم بن حجاج قشیریؒ کی "صحیح" ہے، اصطلاح میں ان دونوں کو صحیحین سے تعبیر کیا جاتا ہے، اور جس حدیث کو یہ دونوں حضرات اپنی کتابوں میں درج کریں، اس کو "متفق علیہ" کہتے ہیں۔

خاتم المحدثین حضرت شاہ ولی اللہ دہلویؒ اپنی شہرۂ آفاق کتاب "حجۃ اللہ البالغہ" میں فرماتے ہیں:

> "جہاں تک صحیحین کا تعلق ہے تو محدثین کا اس پر اتفاق ہے کہ ان میں جتنی بھی متصل ومرفوع روایات ہیں، ان کی صحت قطعی ہے، اور مصنف تک ان کی سندیں متواتر ہیں، جو

---

(۱) ان کتب ستہ میں امام مالکؒ کی مؤطا کو بھی شامل کیا جاتا ہے، اس کے بارے میں تفصیلات آگے آرہی ہیں۔

بھی ان کی اہمیت کم کرے، وہ مبتدع ہے، اور ایمان والوں کے راستہ سے ہٹا ہوا ہے۔"(۱)

یہ کتبِ ستہ برابر اصلاح وتجدید اور امت میں صحیح فکرِ اسلامی کے وجود کا منبع اور سرچشمہ رہی ہیں، اپنے اپنے زمانہ میں مصلحین ومجددین، صحیح علومِ دینیہ اور متوازن اور صاف ستھری فکر کو ان ہی کتابوں سے اخذ کرتے رہے ہیں، اور ان ہی کی احادیث سے استدلال کرتے رہے ہیں، اور دینی واصلاحی دعوت، شرک وبدعات کے مقابلہ اور اس کی تردید میں ان ہی کتب پر اعتماد رہا ہے، اور کوئی بھی وہ شخص جو امت کو دینِ خالص اور مکمل اسلام کی طرف لے جانا چاہتا ہو، اور اس کو حیاتِ نبویؐ اور اسوۂ کاملہ سے جوڑنا چاہتا ہو، وہ ان سے بے نیاز نہیں ہوسکتا، اور وہ شخص بھی ان سے مستغنی نہیں ہوسکتا جو رفتارِ زمانہ کے ساتھ پیدا ہونے والے نت نئے مسائل کے لئے احکامِ شرعیہ کا متلاشی ہو۔

---

(۱) حجۃ اللہ البالغۃ، ۱/۱۰۶۔

باب دوم

صحاحِ ستہ کے مصنّفین کا مختصر تعارف اور انکی خصوصیات وامتیازات (۱)

سیّد الحفاظ حضرت امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ

ان اصحابِ صحاح میں سب سے امتیازی مقام شیخ الاسلام امام ابوعبداللہ محمد بن اسماعیل بن ابراہیم بن مغیرہ بن بردزبہ بخاریؒ کو حاصل ہے، جو ولاءً جعفی ہیں، حفاظِ حدیث کے امام اور ''الجامع الصحیح'' اور اس کے علاوہ دیگر کتب کے مصنف ہیں۔

شوال ۱۹۴ھ میں آپؒ کی ولادت ہوئی، یتیمی میں پرورش پائی، ابتدائی تعلیم اپنے شہر میں حاصل کی، اور وہاں کے شیوخ سے احادیث حاصل کر لینے کے بعد ۲۱۰ھ میں والدۂ محترمہ اور بھائی کے ساتھ بلخ، مکہ، بصرہ اور کوفہ کا سفر کیا، اور وہاں کے شیوخِ حدیث سے اخذِ فیض کیا، پھر شام، عسقلان، حمص اور دمشق کا سفر کیا، اور وہاں کے ائمۂ حدیث سے احادیث کا سماع کیا، نوعمری

(۱) صحاحِ ستہ کے مصنّفین کے حالات ذکر کرنے میں راقم سطور نے عام طور پر امام شمس الدین ذہبیؒ (م ۷۴۸ھ) کی کتاب ''تذکرۃ الحفاظ'' پر اعتماد کیا ہے۔

ہی میں حدیث میں مہارت حاصل کر لی اور تصنیف و تالیف کا کام بھی شروع کر دیا، اور مسندِ درس کو بھی زینت بخشی، ذہانت، علم، اور تقویٰ و عبادت میں امتیازی شان رکھتے تھے، امام ترمذیؒ اور دوسرے بڑے ائمۂ فن نے ان کے سامنے زانوے تلمذ تہہ کیا ہے، اور ان سے احادیث روایت کی ہیں۔

امام بخاریؒ سے مروی ہے کہ وہ فرماتے تھے کہ "میں نے ایک ہزار سے زیادہ شیوخ سے احادیث لکھی ہیں." محمد بن حمدویہ فرماتے ہیں کہ میں نے امام بخاریؒ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ "مجھے ایک لاکھ احادیثِ صحیحہ اور دو لاکھ احادیثِ غیر صحیحہ حفظ ہیں." امام ابن خزیمہ فرماتے ہیں کہ:

"روئے زمین پر امام بخاریؒ سے بڑھ کر حدیث کا علم رکھنے والا کوئی دوسرا نہیں ہے۔"

عید الفطر کی شب کو ۲۵۶ھ میں علم کا یہ آفتاب غروب ہوا۔(۱)

فن حدیث میں امامؒ کا مقام اور عبقریت

اس سلسلہ میں امام بخاریؒ کا سب سے تعجب خیز واقعہ وہ ہے، جس کو امام ابو احمد بن عدیؒ بیان کرتے ہیں کہ میں نے بغداد کے متعدد مشائخ سے سنا کہ جب امام بخاریؒ بغداد تشریف لائے تو وہاں کے محدثین کو اس کی اطلاع ہوئی، وہ سب جمع ہوئے اور امام بخاریؒ کے حفظ کا امتحان لینا چاہا، اس کا

(۱) تذکرۃ الحفاظ ۲/ ۵۵۵، ۵۵۶، چوتھا ایڈیشن مطبوعہ دائرۃ المعارف العثمانیہ حیدر آباد.

طریقہ انھوں نے یہ اپنایا کہ سو حدیثیں لیں اور ان کے متون واسانید کو اُلٹ پلٹ دیا، ایک حدیث کے متن کو دوسری حدیث کی سند سے اور ایک حدیث کی سند کو کسی دوسری حدیث کے متن سے ملا دیا، دس اشخاص کو اس کا ذمہ دار بنایا گیا، ان میں سے ہر ایک کو دس دس حدیثیں سپرد کی گئیں، اور یہ طے ہوا کہ جب امام بخاریؒ مجلس میں حاضر ہوں تو ان میں سے ہر ایک احادیث کو پیش کرے، مجلس کا وقت مقرر ہوا، تمام لوگ وقت پر حاضر ہوئے، خراسان اور بغداد کے بہت سے دوسرے حضرات بھی پہونچ گئے، جب مجلس جم گئی، اور سب اطمینان سے بیٹھ گئے، تو ان دس میں سے ایک صاحب کھڑے ہوئے، اور ان مقلوبہ احادیث میں سے ایک حدیث کو سنا کر اس کے بارے میں امام بخاریؒ سے سوال کیا، امامؒ نے فرمایا کہ میں واقف نہیں ہوں، ایک ایک کر کے ساری حدیثیں انھوں نے پیش کر دیں، اور امام بخاریؒ ہر حدیث کے بارے میں فرماتے کہ میں اس کا علم نہیں رکھتا، جو علماء وہاں موجود تھے، وہ ایک دوسرے کو اشارہ کرتے اور کہتے کہ یہ سمجھ گئے، اور جو حقیقت سے بے خبر تھے، وہ امام بخاریؒ کی کم علمی وقلتِ حفظ کا فیصلہ کرنے لگے، اس کے بعد دوسرے صاحب کھڑے ہوئے، اور انھوں نے بھی حدیثیں سنا کر ان کے بارے میں سوال کیا، مگر امامؒ ہر ایک کا یہی جواب دیتے رہے کہ میں نہیں جانتا، جب سارے حضرات سوالات سے فارغ ہو گئے، تو امام صاحبؒ پہلے صاحب کی

طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا کہ آپ نے پہلی حدیث یوں سنائی، وہ صحیح اس طرح ہے، دوسری حدیث آپ نے اس طرح سنائی، وہ صحیح یوں ہے، ایک ایک کر کے دسوں حدیثیں آپ نے سنا دیں، اور ہر متنِ حدیث کو اس کی سند کے ساتھ اور ہر سند کو اس کے متن کے ساتھ پیش کر دیا، دوسرے حضرات کے ساتھ بھی امام صاحبؒ نے یہی معاملہ کیا۔

اس واقعہ سے لوگوں نے امام صاحبؒ کے فضل وکمال اور قوتِ حفظ کے سامنے سرِ تسلیم خم کر دیا۔

حافظ ابن حجرؒ اس واقعہ کو بیان کرنے کے بعد فرماتے ہیں کہ:

> ''حیرت اس پر نہیں ہے کہ امام صاحبؒ نے احادیثِ مقلوبہ کو صحیح کر کے سنا دیا، اس لئے کہ وہ حافظِ حدیث تھے، حیرت ان کی اس قوتِ حفظ پر ہے کہ ان لوگوں نے احادیث واسانید میں جو قلب کیا تھا، ان احادیث مقلوبہ کو بھی امام صاحبؒ نے دُہرا دیا، جبکہ وہ حدیثیں آپ نے صرف ایک ہی مرتبہ سنی تھیں۔'' (۱)

(۱) ھدی الساری، مقدمہ فتح الباری/۴۸۶۔

صحیح بخاری کی خصوصیات وامتیازات، امت میں اسکی مقبولیت، اس کی شروح وحلقہا ئے درس کی کثرت

جب ہم عالمِ اسلام کے کتب خانوں کا جائزہ لیتے ہیں تو اس میں کوئی بھی بشری تصنیف ہم کو ایسی نہیں ملتی، جس کی اتنی کثرت سے شروح وتعلیقات لکھی گئی ہوں، اور امت نے اس کا اس قدر اہتمام کیا ہو، جتنا امام بخاریؒ کی صحیح کے ساتھ کیا گیا، جو کتاب اللہ کے بعد صحیح ترین کتاب تسلیم کی گئی ہے، یہ ایک ایسا علمی میدان ہے کہ زمانۂ قدیم سے علماء ومؤلفین کے اہتمام وتلقی بالقبول کا اس سے اندازہ ہوتا ہے، اور یہ کسی بھی علمی کارنامہ کو ناپنے کا ایک پیمانہ رہا ہے، جس کتاب کی سب سے زیادہ شروح وتعلیقات ہوں وہ اپنی قدر ومنزلت میں سب سے بلند وبالا اور سب سے زیادہ معروف ومشہور سمجھی جاتی ہے، اور جس کتاب کی شروح وتعلیقات کم ہوں، مخمول الذکر ہو، اور اس کی شہرت بھی نہ ہو، وہ کتابوں کے ڈھیر میں رہ جاتی ہے، نہ کسی کو اس کی طرف توجہ ہوتی ہے اور نہ کوئی اس کے ساتھ اعتناء کرتا ہے، جب یہ پیمانہ ٹھہرا، (اور یہی ایک پیمانہ ہے جس سے زمانۂ ماضی کی علمی تاریخ میں کسی کتاب کی کامیابی کا اندازہ کیا جاتا تھا، اور کسی علمی مجلس کی صدارت پر فائز ہونے کی یہی ایک دلیل تھی۔) تو ہم یہ فیصلہ کرتے ہیں کہ اس میدان میں صحیح بخاری کو سب

سے زیادہ اہمیت حاصل ہے، اور وہ اسلامی کتب خانہ جس کا منبع و سرچشمہ قرآن مجید اور دعوت اسلامی ہے، اور وہ اپنی وسعت مکانی کے اعتبار سے مشرق و مغرب میں پھیلا ہوا ہے، جبکہ وسعت زمانی کے لحاظ سے کم سے کم قرنِ اول سے لے کر تیرہویں صدی ہجری تک کے زمانے پر محیط ہے، اس میں صحیح بخاری کو امامت و صدارت کا شرف حاصل ہے۔

اس کی شروح و تعلیقات کی تعداد ایک سو اکیس (۱۲۱) ہے، بلکہ اس سے بھی زیادہ ہوسکتی ہے، اس لئے کہ اس تعداد کی بنیاد چلپیؒ کی ''کشف الظنون''، طاش کبری زادہؒ کی ''مفتاح السعادہ''، ''اتحاف النبلاء''، ''الدیباج المذہب''، ''نیل الابتہاج''، علامہ سید عبدالحی حسنیؒ سابق ناظم ندوۃ العلماء کی ''الثقافۃ الاسلامیہ فی الہند''(۱) راقم کی اپنی بعض انفرادی تحقیقات اور ان مشہور کتابوں کے مقدمات پر ہے، جو راقم کو میسر آسکے، جبکہ اس میں شک نہیں کہ عالمِ اسلام جغرافیہ دانوں کے تخیلات سے وسیع تر اور اسلام کی علمی تاریخ مؤرخین کی دسترس سے بڑھ کر ہے، اور بہت سے ایسے گوشے ہیں، جن پر نہ کسی کی نگاہ پڑسکی، اور نہ سورج کی کرنیں اس کو روشن کرسکیں۔

علامہ ابن حجرؒ کی تصنیف ''فتح الباری'' (جو تیرہ جلدوں اور ایک مبسوط مقدمہ پر مشتمل ہے، اور فن حدیث کا خود ایک مستقل کتب خانہ ہے)

---

(۱) مجمع اللغۃ العربیہ دمشق سے اس کے دو ایڈیشن شائع ہو چکے ہیں۔

ایک ایسی کتاب ہے کہ دوسرے مذاہب اور قوموں کے کتب خانے ایسی کتاب پیش کرنے سے قاصر ہیں، اس امت کو اس علمی کارنامے پر فخر کرنے کا حق ہے، اور یہ حق ہے کہ وہ اپنی امت کی علمی کوششوں، فکری سلامت روی و پختگی، اپنے نبی ﷺ کے آثار سے عشق اور ان میں آخری حد تک گہرائی و گیرائی پر اس کتاب کو ایک کھلی ہوئی دلیل کے طور پر دوسرے مذاہب و فلسفوں کے علماء اور تمدنوں اور ثقافتوں کے علمبرداروں کے سامنے پیش کرے۔

یہ کتاب بخاری کی دوسری قیمتی اور اہم شروح کے علاوہ ہے، جن میں سرِ فہرست علامہ بدرالدین عینیؒ کی ''عمدۃ القاری'' ہے، جو بجائے خود نحو و عربیت، علومِ بلاغت، احکامِ فقہیہ، اور فوائدِ حدیث کا ایک بھرپور کتب خانہ ہے۔(۱)

شروحات و تعلیقات کی کثرت کے ساتھ بڑے پیمانے پر درس و تدریس، اس کی نشر و اشاعت اور حفظ میں منافست، اس کی روایت و نقل پر جذبۂ مسابقت، نسل در نسل اس کا منتقل ہونا، شاگردوں کا استاد سے، اور ایک طبقہ کا دوسرے طبقہ سے اس کو اخذ کرنا کہ کوئی زمانہ اس سے خالی نہ ہو، کسی

---

(۱) ان شروحات میں فتح الباری اور عمدۃ القاری کے علاوہ قسطلانیؒ کی ''ارشاد الساری'' جو دس جلدوں میں ہے، اور کرمانیؒ کی شرح جو نو جلدوں میں شائع ہو چکی ہے، ایک مقام رکھتی ہیں۔

زمانہ میں اس میں فتور نہ آیا ہو، کبھی اس کی روایت منقطع نہ ہوئی ہو، کبھی اس کی تدریس کا سلسلہ بند نہ ہوا ہو، اور تحریف و تلبیس کرنے والوں کا کبھی اس پر بس نہ چل سکا ہو، یہ ایسی خصوصیات ہیں کہ کتاب اللہ کے بعد صحیح بخاری کو اس میں انفرادیت حاصل ہے، مؤلف سے اس کتاب کو نوّے ہزار (۹۰۰۰۰) حفاظِ حدیث اور رواۃ نے اخذ کیا، اور اس کی نقل و روایت کا سلسلہ چل پڑا، جو آج تک بلا انقطاع جاری ہے، یہ کتاب اپنی شہرت، صحتِ نقل اور مؤلف کی طرف نسبت میں حدِ تواتر کو پہونچ چکی ہے، اس میں وہی شک و شبہ کر سکتا ہے جو متواترات اور ان حقائقِ علمیہ تک کا انکار کرتا ہو، جو یقینی طور پر ثابت ہو چکے ہوں، آج بھی یہ کتاب عالمِ اسلام کے علمی حلقوں میں اہتمام و توجہ، درس و تدریس اور غور و فکر کا محور ہے۔(۱)

---

(۱) اس کی مفید شروح میں "لامع الدراری علی الجامع الصحیح للامام البخاریؒ" بھی ہے جو حضرت مولانا رشید احمد صاحب گنگوہیؒ کے دروس کا مجموعہ ہے، جس کو مولانا محمد یحییٰ صاحب کاندھلویؒ نے مرتب کیا ہے، اور اس پر حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحبؒ کے مفید حواشی اور مقدمہ ہے، علامہ انور شاہ کشمیریؒ کے بعض تلامذہ نے بھی ان کے درس بخاری کے افادات وتحقیقات کو جمع کیا ہے، ان میں مولانا بدر عالم میرٹھی بھی ہیں، اپنی مرتب کردہ کتاب کا نام انھوں نے "فیض الباری" رکھا، اور وہ چار جلدوں میں شائع ہوئی، یہاں یہ بھی ذکر کر دینا مناسب معلوم ہوتا ہے کہ برادرِ معظم مولانا حکیم ڈاکٹر سید عبد العلی حسنی صاحبؒ نے بھی شیخ الہند مولانا محمود حسن صاحبؒ کے درسِ بخاری کو عربی میں قلمبند کیا تھا، (بقیہ اگلے صفحہ پر)

صحیح بخاری کے ابواب کی خصوصیات

اور اس کی باریکیاں

فن حدیث سے اشتغال رکھنے والوں کے نزدیک خواہ وہ درس وتدریس سے متعلق ہوں یا تصنیف وتالیف اور شرح وتحقیق میں مشغول ہوں، یہ بات طے شدہ ہے کہ اس کتاب میں سب سے زیادہ دقیق بحث ابواب وتراجم کی ہے، اور اس میں بڑی وسعتیں اور گہرائیاں ہیں، حتی کہ علماء ومحدثین میں یہ مشہور ہے کہ بخاریؒ کا تفقہ تراجمِ بخاری سے ظاہر ہے، اور یہ اس کتاب کا ایسا شعار بن گئے ہیں کہ ان سے یہ کتاب دوسری کتبِ صحاح میں (ان کی قدر وقیمت کے اعتراف کے ساتھ) ممتاز ہے، اور اس طرح سے یہ علماء کی ذہانت، ان کی علمی حِس، غور وفکر میں گہرائی، فہم کتاب پر غور، حلِ مشکلات اور مصنف کتاب کے اغراض ومقاصد تک رسائی کا ایک ایسا پیمانہ بن گئے ہیں کہ جب تک کہ کوئی مصنف یا مدرس اس سلسلہ کی اہم معلومات نہ رکھتا ہو، اور

(پچھلے صفحہ کا بقیہ) اور مولانا انور شاہ کشمیریؒ نے اس پر نظر ثانی فرمائی، اور پسند فرمایا، لیکن افسوس ہے کہ وہ مجموعہ محفوظ نہ رہ سکا، مولانا عبدالرحمٰن صاحب کا مرتب کردہ مولانا شبیر احمد عثمانیؒ کا درسِ بخاری بھی اس سلسلہ میں ممتاز ہے، مگر ابھی اس کا ابتدائی حصہ ہی "فضل الباری" کے نام سے شائع ہوا ہے، بخاری کی تعلیقات میں علامہ سندھی اور مولانا احمد علی سہارنپوری کے حواشی مشہور ومعروف ہیں۔

اس کے پاس کچھ ایسی توجیہات یا کہا جا سکتا ہے کہ ایسی چابی نہ ہو، جس کے ذریعہ وہ اس کے مقفّل ابواب کو کھول سکے، اور اس کی گہرائیوں میں جا سکے، اس وقت تک اس کی علمی مہارت، تدریسی تفوّق وامتیاز، شروح وحواشی اور اقوالِ ائمہ ومحدثین پر عبور اور تدریس پر اس کی مزاولت وممارست کی گواہی نہیں دی جا سکتی ہے، اس لئے علماء نے ہر زمانہ میں اس کا خاص اہتمام کیا اور اس میدان میں اپنی توانائیاں اور تمام تر علمی صلاحیتیں نچوڑ کر رکھ دیں، کوئی ایسا ادیب یا لغوی ہمارے علم میں نہیں کہ جس نے کسی شعر کی گہرائی تک جانے کے لئے، اس کی حقیقت تک رسائی کے لئے اور شاعر کے مطالب ومفاہیم کے سمجھنے کے لئے اتنی خامہ فرسائی کی ہو، جتنی صحیح بخاری کے شرّاح اور اس کا درس دینے والوں نے مؤلف کتاب کے مقاصد ومطالب کو سمجھنے کے لئے کی۔

علمی تاریخ سے طویل اشتغال کے باوجود ہم علماء وحکماء کی کسی کتاب کے بارے میں یہ نہیں کہہ سکتے، کہ اس فن کے ماہرین نے اس قدر اس پر اپنی توجہ دی ہو، اس کی باریکیوں میں گئے ہوں، اس کی مشکلات کو حل کیا ہو، حتی کہ بال کی کھال نکالی ہو، جتنا محدثین نے صحیح بخاری کے ساتھ کیا، اور یہ صرف مصنف کتاب کے اخلاص، فن حدیث کے لئے یکسو ہو جانے، اس کے لئے جہدِ مسلسل کرنے اور اپنے آپ کو فنا کر دینے کا نتیجہ تھا۔ (۱) ان

---

(۱) اس موضوع پر نئی تصنیفات میں حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا (بقیہ اگلے صفحہ پر)

ابواب وتراجم میں غموض کی وجہ سے مصنف کتاب کے مختلف النوع اور عمیق اغراض ومقاصد، ان کی ذہانت وذکاوت، فہم حدیث میں ان کا تعمق ووسعت اور کتاب کو زیادہ سے زیادہ جتنا ممکن ہو سکے مفید بنانے کی خواہش وکوشش ہے، ان کی مثال اس شہد کی مکھی کی ہے جو پھول کے آخری قطرہ کو بھی چوس لیتی ہے، پھر لوگوں کے لئے اس کو صاف وشفاف شہد میں تبدیل کر دیتی ہے۔

امام مسلم بن حجاج قشیری رحمہ اللہ علیہ

اصحاب صحاح ستہ میں دوسرا نام حافظ حدیث حجۃ الاسلام امام ابوالحسین مسلم بن حجاج قشیری نیشاپوریؒ کا ہے، آپ کی ولادت ۲۰۴ھ میں ہوئی، ۲۱۸ھ میں پہلی مرتبہ حدیث کا سماع کیا، جن لوگوں سے احادیث سنیں، ان میں امام احمد بن حنبلؒ اور دوسرے ائمہ فن ہیں، احمد بن مسلمہؒ فرماتے ہیں کہ میں نے ابوزرعہؒ اور ابوحاتمؒ کو دیکھا کہ وہ امام مسلمؒ کو معرفت حدیث صحیح کے سلسلہ میں اپنے زمانہ کے مشائخ پر فوقیت دیتے تھے، ابوقریش کہتے ہیں کہ دنیا میں چار حفاظ حدیث ہیں، اور ان میں امام مسلمؒ کو بھی شمار فرمایا، محمد بن

(پچھلے صفحہ کا بقیہ) صاحبؒ کی ''الابواب والتراجم للبخاری'' ہے، اس پر راقم سطور کا مقدمہ بھی ہے، جو مصنفؒ کی خواہش وفرمائش پر تحریر کیا گیا تھا، اور ایک رسالہ تراجم بخاری کی شرح میں حضرت شیخ الہند مولانا محمود الحسن صاحبؒ دیوبندی کا بھی ہے۔

ماسرجسیؒ کہتے ہیں کہ میں نے امام مسلمؒ کو فرماتے ہوئے سنا کہ میں نے اپنی کتاب "صحیح" کو تین لاکھ سنی ہوئی حدیثوں سے منتخب کیا ہے، ابن شرقیؒ کہتے ہیں کہ میں نے امامؒ کو فرماتے ہوئے سنا کہ میں نے اپنی اس کتاب میں جس میں احادیث صحیحہ مرفوعہ ہیں، جس حدیث کو لیا، دلیل کے ساتھ لیا، اور جس کو ترک کیا، دلیل کے ساتھ ترک کیا، امام مسلمؒ کی وفات رجب ۲۶۱ھ میں ہوئی۔(۱)

صحیح مسلم کے بعض وہ امتیازات و خصوصیات ہیں، جن میں وہ دوسرے علمی کاموں اور فنی کوششوں سے فائق ہے، جبکہ یہ حضرات جنھوں نے یہ علمی کارنامے انجام دیئے ہیں، زمانہ کے لحاظ سے ایک دوسرے کے معاصر ہیں، جہد و اخلاص بھی سب میں موجود ہے، اور اساتذۂ فن بھی ان کے مشترک ہیں۔

اب ہم اس کتاب کے بعض امتیازات کا ذکر کرتے ہیں:

(۱) اس کتاب سے استفادہ بہت آسان ہے، اس لئے کہ امام صاحبؒ نے ایک باب سے متعلقہ احادیث کو ایک ہی جگہ جمع کر دیا ہے، پھر حدیث کے ان مختلف طرق کو جو ان کی شرط پر تھے ذکر کر دیا ہے، حدیث کے الفاظ کے فروق کو بھی ایک جگہ واضح کر دیا ہے، اس لئے طالب حدیث کے لئے اس کی

---

(۱) تذکرۃ الحفاظ للذہبی.

مختلف شکلوں میں غور وفکر اور اس سے نتائج اخذ کرنے میں بڑی سہولت ہوتی ہے، اور ان تمام طرق واسانید پر اعتماد ہو جاتا ہے، جن کو امام مسلمؒ نے بیان فرمایا ہے۔

(۲) جیسا کہ پہلے ذکر کیا گیا کہ امام صاحبؒ حدیث کے مختلف طرق کو اور مختلف الفاظ کو ایک جگہ ذکر کرتے ہیں، اسی طرح ایک حدیث کو ایک ہی جگہ ذکر کرتے ہیں، خواہ وہ کتنی ہی طویل کیوں نہ ہو، اس کو مختلف ٹکڑوں میں تقسیم کر کے مختلف ابواب میں شاذ ونادر ہی ذکر کرتے ہیں۔

(۳) تیسری خصوصیت یہ ہے کہ خطبۂ کتاب کے بعد ہی انھوں نے احادیثِ صحاح کا ذکر شروع کر دیا ہے اور کتاب کو اسی کے لئے خالص رکھا ہے، اس میں اقوالِ تابعین وتبعِ تابعین اور مسالک فقہاء کا ذکر نہیں کیا، اور نہ ہی احادیث کے استنباط وغیرہ کو اس میں شامل کیا ہے۔

(۴) ضبط کا بہت زیادہ اہتمام کیا ہے، اگر متنِ حدیث میں یا راوی کی صفت میں یا اس کے نسب ونسبت وغیرہ میں معمولی بھی فرق ہوتا ہے تو وہ اس کو واضح فرمادیتے ہیں، مثلاً کہتے ہیں:

"حدثنا فلان وفلان واللفظ لفلان." (مجھ سے فلاں اور فلاں نے بیان کیا، مگر الفاظ فلاں کے ہیں۔)

(۵) پانچویں خصوصیت اس کی یہ ہے کہ صرف صحیح احادیث ہی کو

انھوں نے ذکر کیا ہے، اس سلسلہ میں کتب صحاح میں بخاری کے بعد اسی کا درجہ ہے۔ (۱)

امام ابوداؤد سجستانی رحمۃ اللہ علیہ صاحب السنن

سید الحفاظ امام ابوداؤد سلیمان بن اشعث بن اسحاق بن بشیر بن شداد بن عمرو ازدی سجستانیؒ، سنن ابوداود کے مصنف ہیں، آپ کی ولادت ۲۰۲ھ میں ہوئی، حجاز، شام، مصر، عراق، جزیرۂ ثغر، خراسان میں مشائخ کی بڑی تعداد سے احادیث سنیں، امام ترمذیؒ، امام نسائیؒ اور دیگر محدثین آپ سے روایت کرتے ہیں، امام صاحبؒ کے استاد امام احمد بن حنبلؒ نے بھی ایک روایت "حدیث العتیرہ" اپنے شاگرد سے لی ہے، امام صاحبؒ نے اپنی کتاب "سنن" امام احمدؒ کی خدمت میں پیش کی، تو امام صاحبؒ نے اس کو پسند فرمایا۔

---

(۱) مکانۃ الصحیحین /ص ۹۰ تا ۹۴۔ یہاں یہ بات واضح رہے کہ صحیح مسلم کی بہت سی شروح و تعلیقات ہیں، ان میں امام نوویؒ کی شرح اپنی خصوصیات اور امتیازات کی وجہ سے اہمیت کا درجہ رکھتی ہے، جس کی وجہ شارح کا اخلاص وللہیت، شرح حدیث میں ان کا سہل اسلوب، ان کا احتواء اور قارئین میں حدیث کا ذوق و مناسبت پیدا کرنے کی وہ خداداد صلاحیت ہے، جس کا راقم کو زمانۂ طالب علمی اور تدریس کے ابتدائی دور میں تجربہ ہو چکا ہے، صحیح مسلم کی نئی شروحات میں علامہ شبیر عثمانیؒ (م ۱۳۶۹ھ) کی شرح "فتح الملہم شرح صحیح مسلم" بھی اہم اور مفید ہے، جس کا تکملہ فاضل گرامی جسٹس مولانا محمد تقی عثمانی صاحب نے کئی جلدوں میں کیا ہے۔

محمد بن اسحاق صاغانیؒ فرماتے ہیں، کہ امام ابوداوٗدؒ کے لئے حدیث کو ایسا سہل بنادیا گیا تھا جیسا کہ حضرت داوٗد علیہ السلام کے لئے لوہے کو نرم بنادیا گیا تھا، ان کے الفاظ یہ ہیں:

"لين لأبي داؤد الحديث كما لين لداؤد الحديد."

امام ابوداوٗدؒ سے مروی ہے کہ وہ فرماتے ہیں کہ میں نے اپنی کتاب کے لئے صحیح روایات کا انتخاب کیا ہے، یا ان احادیث کا جو صحیح سے قریب ہیں یا اس کے مشابہ ہیں، اور جن روایات میں شدید ضعف ہے، میں نے اس کی وضاحت کردی ہے۔

امام ابوعبداللہ حاکم نیشاپوریؒ کہتے ہیں: "اپنے زمانے میں وہ بالاتفاق محدثین کے امام ہیں۔" امام صاحبؒ کی وفات بصرہ میں ۱۶/شوال ۲۷۵ھ کو ہوئی۔(۱)

سنن ابوداوٗد ان کتب حدیث میں ہے جو علماء ومحدثین میں ہمیشہ مقبول رہی ہیں، ائمۂ حدیث اور ماہرینِ فن نے ان پر اپنی توجہات صرف کی ہیں، ہر زمانہ میں ان پر اعتماد کیا گیا اور ان کو بنیادی حیثیت دی گئی، حدیث کی بنیاد جن کتابوں پر ہے، ان میں تیسرا مقام یا بعض محققین کی رائے میں چوتھا مقام اس کتاب کو حاصل ہے۔

---

(۱) تذکرۃ الحفاظ ،۲/۵۹۱تا۵۹۳.

شیخ الاسلام ابوزکریا یحییٰ بن شرف نوویؒ فرماتے ہیں:

''حدیث کا اشتغال رکھنے والوں کو اور دوسروں کو بھی سنن ابوداؤد پر غور کرتے رہنا چاہئے، اس کا پورا علم رکھنا چاہئے، اس لئے کہ احادیثِ احکام کا بڑا ذخیرہ جس سے استدلال کیا جاتا ہے، اس میں موجود ہے، اور اس لئے بھی کہ اس کتاب سے استفادہ آسان ہے، اور اس میں احادیث کا خلاصہ موجود ہے، مصنف ماہرِ فن بھی ہیں، اور منقح کرکے احادیث کو پیش کرنے کا آپ نے اہتمام بھی کیا ہے۔''

امام ابن قیمؒ صاحبِ ''زادالمعاد'' فرماتے ہیں:

''اس کتاب کی حیثیت ایک فیصلہ کرنے والے کی سی ہے، نزاع وجدال کے موقعوں پر اس کی حیثیت ایک قاضی کی ہوگئی ہے، انصاف کرنے والے اس کو حکم بناتے ہیں، اور اہلِ تحقیق اس کے فیصلہ پر راضی ہوجاتے ہیں۔''

اس کی شرح وتعلیق کا بڑا اہتمام کیا گیا، اور اس کی بڑی خدمت کی گئی، اس کی سب سے زیادہ قدیم، مشہور، پُر از مواد اور فوائد ونکات سے بھرپور شرح ''معالم السنن'' ہے، جو ابوسلیمان حمد بن محمد بن ابراہیم خطابیؒ (م ۳۸۸ھ) کی تصنیف ہے، اس میں محققانہ بحثیں اور مفید تفصیلات

ہیں۔(۱)

امام ابو عیسیٰ ترمذی رحمۃ اللہ علیہ

حافظ کبیر امام ابو عیسیٰ محمد بن سورہ سُلمی ترمذی رحمۃ اللہ علیہ جامع ترمذی اور کتاب العِلَل کے مصنف ہیں، آپ کی ولادت ۲۰۹ھ میں ہوئی،

---

(۱) متاخرین کی مفید ترین شروح میں علامہ شمس الحق ڈیانویؒ کی ''عون المعبود'' ہے، جو چار بڑی جلدوں پر مشتمل ہے، پہلی جلد مصنف کے برادر محمد اشرف کے نام سے طبع ہوئی ہے، یہ ''غایۃ المقصود'' کی تلخیص ہے، اس کی سب سے آخری، مفید اور قیمتی شرح ''بذل المجھود فی حل ابی داوٗد'' ہے، جو حضرت مولانا خلیل احمد سہارنپوریؒ کی تصنیف ہے، اس کی تصنیف میں مصنف کے تلمیذ ارشد حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب کاندھلویؒ کا تعاون رہا ہے، جن کی شروح حدیث میں کئی تصنیفات ہیں، ان میں سب سے اہم ''اوجز المسالک اِلی مؤطا امام مالک'' ہے، اس کے علاوہ ''الابواب والتراجم للبخاری''، ''جزء حجۃ الوداع وعمرات النبی ﷺ'' بھی حضرت شیخ ہی کی تصنیفات ہیں، ''لامع الدراری علی جامع البخاری'' اور ''الکوکب الدری علی جامع الترمذی'' جو حضرت مولانا رشید احمد گنگوہیؒ کے امالی ہیں، ان پر شیخ کی مفید تعلیقات اور مقدمے ہیں، ''انوار المحمود شرح سنن ابی داوٗد'' مولانا محمد صدیق نجیب آبادیؒ تلمیذ علامہ انور شاہ کشمیریؒ کی مرتب کردہ ہے، اس کے علاوہ شیخ محمود خطاب سبکی مصریؒ (م ۱۳۵۰ھ) کی شرح بھی اہم ہے، اس کا نام ''المنہل العذب المورود شرح سنن ابی داوٗد'' ہے، شروح ابوداوٗد کی طویل فہرست راقم سطور کے اس مقدمہ میں موجود ہے، جو اس نے مولانا خلیل احمد صاحبؒ کی کتاب ''بذل المجھود'' پر لکھا تھا۔

قتیبہ بن سعیدؒ، ابو مصعبؒ، ابراہیم بن عبداللہ ہرویؒ اور دوسرے حضرات سے اخذِ فیض کیا، اور فن حدیث میں ممتاز ہوئے، حدیث میں امام بخاریؒ سے تفقہ حاصل کیا۔

امام ترمذیؒ ان لوگوں میں ہیں جنھوں نے احادیث جمع کیں، تصنیف وتالیف کا کام کیا، اور حفظ ومذاکرہ کا بھی اہتمام کیا، حاکم نیشاپوریؒ فرماتے ہیں کہ:

> ''میں نے عمر بن علکؒ کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ ''بخاری'' کے انتقال کے بعد خراسان میں حفظ حدیث، زہد وتقویٰ اور علم میں ابوعیسیٰ کا کوئی ہم پلہ نہیں ہے۔''

امام ترمذیؒ فرماتے ہیں کہ اس کتاب (سنن ترمذی) کو لکھ کر میں نے حجاز وعراق اور خراسان کے علماء کے سامنے پیش کیا تو انھوں نے اس کو بہت پسند فرمایا، اور دادِ تحسین دی، امامؒ کے استاد امام بخاریؒ نے بھی ان سے حدیثیں اخذ کی ہیں، امام ترمذیؒ کی وفات ۱۳؍رجب ۲۷۹ھ میں ترمذ میں ہوئی۔(۱)

---

(۱) سنن ترمذی کی متعدد شروح لکھی گئیں، متقدمین میں قاضی ابوبکر ابن العربیؒ کی ''عارضۃ الاحوذی'' خاصی شہرت رکھتی ہے، جبکہ متاخرین کی شروح میں محدث کبیر مولانا عبدالرحمٰن صاحب مبارکپوریؒ کی شرح ''تحفۃ الاحوذی'' بڑی فنی اور قیمتی شرح ہے، (بقیہ اگلے صفحہ پر)

امام ترمذیؒ کو اس میں امتیاز حاصل ہے کہ انھوں نے پہلی مرتبہ تصنیف میں وہ منہج اختیار کیا، جس کو آج فقہِ مقارن (تقابلی فقہ) کہا جاتا ہے، اس سلسلہ میں امت پر ان کا بڑا احسان ہے، اور اس کا اعتراف کیا جانا چاہئے کہ انھوں نے اپنے زمانہ کے مختلف مکاتب فقہیہ کو محفوظ کر دیا، اگر وہ ایسا نہ کرتے تو اس کا بڑا حصہ تلف ہو جاتا، اور مرورِ زمانہ سے محفوظ نہ رہ سکتا تھا، یہ ایسی خصوصیت ہے کہ کتب حدیث وسنن میں جامع ترمذی کو اس میں انفرادیت حاصل ہے، اسی لئے اختلافی مسائل میں یہی سب سے زیادہ قدیم اور قابلِ اعتماد ماخذ ہے، خاص طور پر ان مسالک کے سلسلہ میں جن پر عمل متروک ہو گیا، امام اوزاعیؒ، امام ثوریؒ، اسحاق بن راہویہؒ وغیرہ کے مسالک فقہیہ کا ایک بڑا حصہ اسی کتاب سے معلوم ہوتا ہے، امام شافعیؒ کا قدیم مسلک

(پچھلے صفحہ کا بقیہ) راقم سطور نے بھی اپنے زمانہ تدریس میں اس سے فائدہ اٹھایا ہے، ''الکوکب الدری'' بھی مختصر اور مفید شرح ہے، جو حضرت مولانا رشید احمد گنگوہیؒ کے امالی پر مشتمل ہے، مولانا محمد یحییٰ صاحبؒ نے ان کو جمع کیا ہے، اور حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحبؒ نے اس پر قیمتی حواشی تحریر فرمائے ہیں، علامہ انور شاہ کشمیریؒ کے بعض تلامذہ نے بھی ان کے درس کو مرتب کیا ہے، ان میں مولانا چراغ علی گوجرانوالوی کی ''العرف الشذی'' ہے، مولانا محمد یوسف صاحب بنوریؒ کی ''معارف السنن'' بڑی اہم شرح ہے، جس کو انھوں نے حضرت مولانا انور شاہ کشمیریؒ کے درس کی روشنی میں مرتب کیا ہے، مگر افسوس ہے کہ وہ صرف کتاب الحج تک پہنچے تھے کہ ان کی وفات ہو گئی، یہ کتاب چھ ضخیم جلدوں میں شائع ہوئی.

بھی انھوں نے متأخرین کے لئے محفوظ کردیا ہے۔

اور شاید احادیثِ حسان کا سب سے بنیادی مأخذ بھی یہی کتاب ہے، اس میں احادیث کا وہ ذخیرہ ہے کہ نہ اس کی قدر وقیمت کم کی جاسکتی ہے، اور نہ اس سے استغناء برتا جاسکتا ہے، وہ کبارِ محدثین جن پر اس فن میں اعتماد کیا جاتا ہے، ہمارے علم میں ان میں کوئی ایسا نہیں ہے کہ اس نے اس پہلو کا اتنا اہتمام کیا ہو، جتنا امام ترمذیؒ نے کیا، امام ابوعمرو عثمان بن صلاح اپنی کتاب ''علوم الحدیث'' میں فرماتے ہیں:

> ''ابوعیسیٰ ترمذیؒ کی کتاب حدیثِ حسن کے علم کے لئے بنیادی حیثیت رکھتی ہیے، امام ترمذیؒ نے ہی اس نام کی طرف متوجہ کیا، اور اپنی جامع میں اس کا کثرت سے ذکر کیا۔''(۱)

پھر انھوں نے علمِ رجال اور علمِ جرح وتعدیل کی طرف خصوصی توجہ کی، اور فن رجال واسانید میں بعض ایسے انفرادی طریقے اختیار کئے کہ ان کی قدر وہی کرسکتا ہے، اور اسی کا ذہن وہاں تک جاسکتا ہے، جو علومِ حدیث اور اس کے مختلف طرق پر گہری نگاہ اور وسیع ذہن رکھتا ہو، یہ چند خصوصیات کا ذکر تھا، اس کے علاوہ بہت سے علوم وفنون ہیں جو کتاب کی زینت ہیں۔(۲)

---

(۱) علوم الحدیث/۱۴، ۱۵۔ (۲) تفصیل ''الکوکب الدری علی جامع الترمذی'' (بقیہ اگلے صفحہ پر)

امام ابن ماجہ رحمۃ اللہ علیہ صاحب السنن

حافظِ کبیر مفسر ابوعبداللہ محمد بن یزید ربعی ابن ماجہ قزوینی، ''کتاب السنن''، ''کتاب التفسیر'' اور ''کتاب التاریخ'' کے مصنف ہیں، ۲۰۹ھ میں ولادت ہوئی، اپنے زمانے کے محدثین کبار اور حفاظِ حدیث سے سماع کیا، ابویعلی خلیلیؒ کہتے ہیں:

''ابن ماجہؒ بڑے ثقہ اور متفق علیہ شخصیت ہیں، حدیث کے بڑے عالم وحافظ ہیں، اور اس میں حجت ہیں، ایران، عراق، مکہ، شام اور مصر کا سفر کیا، ان کی سنن میں بعض ایسی احادیث بھی ہیں جو متفق علیہ احادیثِ صحیحہ کے مرتبہ کی نہیں ہیں، جیسا کہ دوسری کتب صحاح وسنن کا معاملہ ہے۔

آپ کی وفات ۲۲؍رمضان المبارک ۲۷۳ھ میں ہوئی، امامؒ کے شاگرد ابوالحسن القطانؒ فرماتے ہیں کہ ''سنن میں ڈیڑھ ہزار ابواب اور چار

(پچھلے صفحہ کا بقیہ) کے مقدمہ میں ملاحظہ کی جائے، جو راقم کے قلم سے ہے، اور ندوۃ العلماء میں اصل کتاب کے ساتھ طبع ہوا ہے۔

جامع ترمذی کی وہ شروح جو ہندوستان میں لکھی گئی ہیں، اس کی تفصیل علامہ عبدالحی حسنیؒ سابق ناظم ندوۃ العلماء کی کتاب ''الثقافۃ الاسلامیہ فی الہند'' میں ملاحظہ کی جائے، جو المجمع العلمی دمشق سے شائع ہوئی ہے۔

ہزار حدیثیں ہیں۔" (۱)

امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ

حافظِ حدیث قاضی امام احمد بن شعیب بن علی بن سنان بن بحر خراسانیؒ سنن کے مصنف ہیں، ۲۱۵ھ میں ولادت ہوئی، خراسان، عراق، حجاز، مصر و شام اور جزیرہ کا سفر کیا، قتیبہ بن سعیدؒ، اسحاق بن راہویہؒ، ہشام بن عمارؒ اور ان جیسے دوسرے ائمۂ فن سے احادیث کا سماع کیا، فن میں ممتاز ہوئے، اتقان و تدبر پیدا کیا، اور علو اسناد میں انفرادیت حاصل کی، مصر میں سکونت اختیار کی۔

حضرت علی ﷺ کے مناقب میں دمشق میں "کتاب الخصائص" تحریر کی، اس لئے کہ اس وقت نواصب کی کثرت ہوگئی تھی، پھر اس کے بعد فضائل صحابہؓ پر کتاب تصنیف کی، ان کے زمانہ کے مشائخ ان کے زہد و عبادت اور محنت کشی کا ذکر کرتے ہیں۔

امیر مصر کے ساتھ جہاد میں نکلے، اور ایک قول کے مطابق دمشق میں خارجیوں کے ہاتھوں شعبان ۳۰۳ھ میں شہادت ہوئی، دار قطنیؒ کہتے ہیں کہ "دمشق سے مکہ مکرمہ لائے گئے، اور یہیں وفات ہوئی، تدفین صفا و مروہ کے درمیان ہوئی۔ (۲)

(۱) تذکرۃ الحفاظ/۲۔ (۲) تذکرۃ الحفاظ/۲، سیر اعلام النبلاء، ۱۴/۱۳۲۔

امام مالک بن انس رحمۃ اللہ علیہ

اصحابِ صحاحِ ستہ کے ذکر کے بعد ہم ائمۂ اربعہ میں سے فقیہ امت شیخ الاسلام امام مالک بن انسؒ کا عطر بیز ذکر کرتے ہیں، جو مؤطا کے مصنف ہیں، اور ان کی جلالتِ شان اور علوِ مرتبت پر امت کا اتفاق ہے، وہ اگرچہ زمانہ اور وطن کے اعتبار سے اصحابِ صحاحِ سے متقدم ہیں، اور دوسرے فضائل وکمالات اور مقبولیت ومحبوبیت میں فائق ہیں، لیکن صحاحِ ستہ کے ساتھ امت کے شغف واشتغال، تحقیق وتدریس اور صحاح کے نام سے اس کے موسوم ہونے کے اعتبار سے ہم نے صحاح اور اصحابِ صحاح کا ذکر مؤطا اور صاحبِ مؤطا فقیہِ امت، امام دارالہجرۃ کے ذکر سے پہلے کیا ہے، یہ ضروری نہیں ہے کہ بعد میں جس کا ذکر کیا جائے، اور اس کی طرف بعد میں توجہ دلائی جائے، وہ مرتبہ وجلالتِ قدر میں بھی متاخر ہو۔(۱)

امام صاحبؒ کی ولادت ۹۳ھ میں ہوئی، امام زہریؒ، امام نافعؒ، عبداللہ بن دینارؒ، ابن المنکدرؒ، اور ان جیسے دوسرے کبارِ حفاظ ومحدثین سے احادیث کا سماع کیا، امام شافعیؒ فرماتے ہیں: ''جب علماء کا ذکر آئے تو مالکؒ ان میں ستارہ ہیں۔'' اور فرماتے ہیں کہ ''کوئی علمی کتاب روئے زمین پر ایسی نہیں

(۱) بعض حضرات سنن ابن ماجہ کے بجائے صحاحِ ستہ میں مؤطا کو شامل کرتے ہیں۔

ہے، جو موطا سے زیادہ صحیح ہو۔" وہیبؒ فرماتے ہیں کہ "مالک محدثین کے امام ہیں۔" امام شافعیؒ سے یہ بھی منقول ہے کہ اگر امام مالکؒ اور ابن عیینہؒ نہ ہوتے تو حجاز کا علم اُٹھ جاتا۔" ان کی مجلس بڑی باوقار، علمی اور سنجیدہ مجلس ہوتی تھی، امام صاحبؒ خود بڑے بردبار اور ذکی تھے، آپ کی مجلس میں نہ شور وشغب ہوتا اور نہ اِدھر اُدھر کی باتیں ہوتیں، نوواردین آپ سے احادیث کے بارے میں سوالات کرتے، تو آپ الگ الگ ایک ایک حدیث بیان فرماتے، امام ذہبیؒ اپنی کتاب "تذکرۃ الحفاظ" میں فرماتے ہیں:

> "امام مالکؒ جن فضائل وکمالات سے آراستہ تھے، میرے علم میں کوئی دوسرا نہیں جو اتنا جامع الکمالات ہو، ان میں پہلی خصوصیت درازیٔ عمر اور علوّ اسناد ہے، دوسری خصوصیت بڑھی ہوئی ذہانت، فہم وفراست اور علم کی وسعت ہے، تیسری چیز ان کے بارے میں علماء کا یہ اتفاق ہے کہ وہ صحیح روایت کرتے ہیں، اور حدیث میں حجت کا درجہ رکھتے ہیں، چوتھی خصوصیت ان کے تقویٰ وعدالت اور اتباعِ سنت پر امت کا اتفاق ہے، اور پانچویں خصوصیت فقہ وفتاویٰ اور اس کے صحیح ضوابط وقواعد میں امام صاحبؒ کا تقدم وفضیلت ہے، ۸۶/سال کی عمر پائی، صحیح قول کے مطابق ولادتِ

شریف ۹۳ھ اور وفات ۱۷۹ھ میں ہوئی۔"(۱)

امام صاحبؒ سے روایت کرنے والے بے شمار ہیں، آپ کا مسلک شمالی افریقہ میں، سوڈان، لیبیا اور الجزائر سے مغرب اقصیٰ مراکش واندلس تک پھیلا ہوا ہے۔(۲)

مؤطا کی دو مشہور روایتیں ہیں، جو امام صاحبؒ کے دو مشہور ترین شاگردوں کی ہیں، ان میں پہلی روایت امام یحییٰ اندلسی لیثی مصموریؒ کی ہے، اور جب علی الاطلاق مؤطا کا ذکر آئے تو یہی روایت مراد ہوتی ہے۔

ان میں دوسری روایت امام اعظم ابوحنیفہؒ کے تلمیذ رشید امام محمد بن حسن شیبانیؒ کی ہے، بعض علمائے فن کے نزدیک اس روایت کو بعض وجوہات سے امام یحییٰؒ کی روایت پر اہمیت حاصل ہے۔(۳)

---

(۱) تذکرۃ الحفاظ/۱ مطبوعہ دائرۃ المعارف العثمانیہ حیدرآباد، ص/۲۰۷ تا ۲۱۳۔

(۲) حضرت شاہ ولی اللہ صاحب دہلویؒ نے مؤطا کی دو شرحیں تحریر فرمائی ہیں، پہلی عربی میں ہے، اس کا نام "المسوّیٰ" ہے، دوسری فارسی میں، اور اس کا نام "المصفّٰی" ہے۔

(۳) علامہ جلیل مولانا عبدالحی فرنگی محلیؒ نے اس پر بیش قیمت حواشی تحریر فرمائے ہیں، جو علمیت اور تقابلی فقہی استدلالات سے بھرپور ہیں، اور طلباء ومدرسین کے لئے بڑے قیمتی ہیں، اس کا نام مصنف نے "التعلیق الممجد" رکھا ہے، یہ کتاب ڈاکٹر تقی الدین ندوی کی تحقیق وتعلیق اور راقم سطور اور شیخ عبدالفتاح ابوغدہ کے مقدموں کے ساتھ تین جلدوں میں دارالقلم دمشق سے شائع ہوئی ہے۔

مؤطا کی زمانۂ حاضر کی شروحات میں حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحبؒ کی ''اوجز المسالک'' ہے، اس پر راقم سطور اور مولانا محمد یوسف بنوریؒ کے مقدمے ہیں، یہ شرح علم سے بھرپور ہے، اور بہت سی وہ معلومات اس میں جمع ہوگئی ہیں، اور وہ مواد اس میں آگیا ہے، جو مختلف کتب خانوں اور تاریخی کتابوں میں منتشر تھا، اس کی حیثیت مؤطا اور صاحبِ مؤطا کے سلسلہ میں ایک دائرۃ المعارف کی ہوگئی ہے، اس کے علاوہ ہندوستان میں علم حدیث کی نشر واشاعت کی تاریخ اور یہاں کے بڑے اساتذۂ فن ومحدثین اور مؤلفِ کتاب کے شیوخ کے حالات اور بہت سے اصول وقواعد اور قیمتی موتی اس کے اندر آگئے ہیں۔(۱)

حدیث کے دوسرے مجموعے

ان کتبِ حدیث کے علاوہ اور بھی بہت سے احادیث کے مجموعے ہیں، جو مقبول ہوئے، اور علماء نے ان سے استفادہ کیا، اور اپنے رجحانات اور فقہی مسالک میں ان سے استدلال کیا ہے، ان میں امام ابوحنیفہؒ کی ''کتاب الآثار''، امام احمدؒ اور امام ابوداؤد طیالسیؒ کی مسانید، امام طحاویؒ کی شرح معانی الآثار، امام سلیمان بن احمد طبرانیؒ کی تینوں معاجم، دار قطنیؒ اور بیہقیؒ کی ''سنن''، ابن حبان بستیؒ کی ''صحیح'' جو اٹھارہ جلدوں میں شائع ہوئی ہے، ابن خزیمہؒ کی

(۱) اقتباس از مقدمہ کتاب اوجز المسالک، بقلم راقم سطور۔

''صحیح''، عبدالرزاق صنعانیؒ اور ابن ابی شیبہؒ کی ''مصنفات'' اور محی السنہ قامع البدعۃ ابومحمد حسین بن مسعود فراء بغویؒ کی ''مصابیح السنۃ'' ہے۔

کتب حدیث کی اس اہم اور قیمتی فہرست میں جو مقبول بھی ہوئیں اور ان کے درس وتدریس اور شروح وحواشی کا سلسلہ رہا ''مشکوٰۃ المصابیح'' بھی شامل ہے، جو شیخ ولی الدین محمد بن عبداللہ خطیب تبریزیؒ کی تصنیف ہے، جن کی وفات ۷۳۷ھ کے بعد ہوئی، یہ خاص طور پر ہندوستان میں نصابِ درس میں بھی شامل کی گئی، اور اس کی شروح وتعلیقات بھی لکھی گئیں۔

اس کی خصوصیات جاننے کے لئے اور اس کی قدر ومنزلت پہچاننے کے لئے ان کتابوں کو ملاحظہ کیا جائے جو تدوینِ حدیث کی تاریخ، تراجم اور علمی موسوعات کے موضوع پر لکھی گئی ہیں۔(۱)

---

(۱) مشکوٰۃ کی شروح سب سے زیادہ قدیم شرح خود مصنف مشکوٰۃ کے استاد امام شرف الدین حسین بن محمد عبداللہ طیبیؒ کی تصنیف کردہ ہے، جو گیارہ جلدوں میں ہے، اس کے علاوہ سب سے زیادہ معروف ومتداول شرح ملا علی قاریؒ کی ''مرقاۃ المفاتیح'' ہے، یہ بھی گیارہ جلدوں پر مشتمل ہے، اخیر دور کی شروح میں محدثِ جلیل مولانا عبیداللہ مبارکپوریؒ کی ''مرعاۃ المفاتیح'' اہم اور ضخیم شرح ہے، جو دس جلدوں پر مشتمل ہے، اور ابھی مکمل نہیں ہوسکی، اس کی تکمیل مولانا عبیداللہ صاحبؒ کے فاضل صاحبزادہ مولانا عبدالرحمٰن صاحب کررہے ہیں۔

کتبِ احادیث کی اس قیمتی فہرست میں ''اعلاء السنن'' (بقیہ اگلے صفحہ پر)

باب سوم

حدیث سے متعلق علوم وفنون

اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کی احادیث کی حفاظت کے لئے اور اس سے ہر طرح کے شک وشبہ کو دور کرنے کے لئے ایسے علوم وفنون اور مساعی کے مختلف گوشوں کی طرف رہنمائی کی، کہ ان کی طرف وہی توجہ کر سکتا تھا، اور وہی اس سلسلہ میں محنتیں صرف کر سکتا تھا، جو حدیث نبویؐ کے خلود وبقاء کا قائل ہو، اس کی طرف سے دفاع کو کارِ ثواب جانتا ہو، اور اس سے انتفاع واستفادہ کو آسان سے آسان تر کرنے کی خواہش رکھتا ہو۔

اصولِ حدیث کا علم

اسی مبارک تحریک کا نتیجہ تھا کہ وہ اصول وقواعد منضبط ہو گئے، جن کو علماء نے فتنۂ وضعِ حدیث کے مقابلہ کے لئے تیار کیا تھا، اس طرح سے اصولِ حدیث کا علم مدوّن ہوا، جس میں احادیث کی تصحیح کے لئے علمی قواعد منضبط کئے

(پچھلے صفحہ کا بقیہ) بھی شامل ہے، جو اکیس جلدوں پر مشتمل ہے، یہ مولانا ظفر احمد عثمانی صاحبؒ کی تصنیف ہے، جو حضرت حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانویؒ کے مشورہ اور نگرانی میں لکھی گئی، یہ کتاب اس لائق ہے کہ اس کو علمِ حدیث کا دائرۃ المعارف قرار دیا جائے۔

گئے، روایات واخبار کو پرکھنے کے لئے اس سے بہتر اصول وضوابط تاریخ میں کہیں نہیں ملتے۔

علم اصولِ حدیث کا موضوع، صحیح، حسن اور ضعیف کی تقسیم، پھر ان تینوں کی قسمیں، متن واسناد کے لئے مطلوبہ شرطوں کا بیان، روایات میں اگر علت واضطراب اور شذوذ آگیا ہو، تو اس کی وضاحت، روایات کے ردّ وقبول یا ان میں توقف کرنے کے بنیادی ضوابط، سماعِ حدیث کی کیفیت اور اس کے تحمل وضبط کا بیان، محدث اور طالب علم کے آداب اور اس کے علاوہ دوسری متفرق بحثیں اور قواعد ہیں، جو ابتداء کی تین صدیوں میں علماء کے صرف ذہنوں میں تھے، یہاں تک کہ ان کے جمع وترتیب اور تصنیف وتدوین کا کام ہوا، جیسا کہ دوسرے اسلامی علوم کا حال ہے، کہ وہ تدریجاً مدوّن ہوئے ہیں۔(۱)

اصولِ حدیث کی ان کتابوں میں جن سے اس فن کے مبادیات کے حصول میں فائدہ اٹھایا جاتا ہے، اور ہندوستان کے نصابِ درس میں ان کو شامل کیا گیا ہے، "نخبۃ الفکر فی مصطلح اہل الأثر" اور اس کی شرح "نزہۃ النظر" ممتاز ہیں، یہ دونوں کتابیں علامہ احمد بن علی بن حجر عسقلانی (م ۸۵۲ھ) کے

(۱) اقتباس از کتاب "السنۃ ومکانتہا فی التشریع الاسلامی" مصنفہ ڈاکٹر مصطفیٰ سباعی، اس کتاب کے ص ر ۱۰۸، ۱۰۹ پر اس فن کی اہم کتابوں کا ذکر موجود ہے۔

قلم سے ہیں۔

علمِ جرح وتعدیل

انہی مبارک مساعی کا نتیجہ جرح وتعدیل کا فن ہے، جس میں راوی کے حالات، اس کی امانت داری، عدالت وثقاہت اور ضبط اور اس کے برخلاف اس کے کذب وافتراء اور غفلت ونسیان سے بحث کی جاتی ہے، اس مبارک تحریک کے نتیجہ میں جو علوم وفنون وجود میں آئے، اُن میں یہ علم بڑا اہم اور قیمتی ہے، تاریخِ اُمم میں ہم کو اس کی مثال نہیں ملتی، اس علم کے وجود کا سبب یہی ہوا کہ علماء ومحدثین رواۃ کے حالات جاننے کے لئے کوشاں رہے، تاکہ وہ صحیح وضعیف میں تمیز کرسکیں، جن رواۃ سے معاصرت ہوتی ان کو بذاتِ خود جانچتے، پرکھتے، اور جو معاصر نہ ہوتے ان کے بارے میں ان کے دیکھنے والوں سے دریافت کرتے، اور اپنی رائے کا برملا بغیر کسی گناہ کے خوف کے اعلان کرتے، اس لئے کہ یہ اللہ کے دین اور رسول اللہ ﷺ کی سنت کا دفاع تھا، جس میں وہ مشغول تھے۔(۱)

---

(۱) ماخوذ از ''السنۃ ومکانتہا فی التشریع الاسلامی'' ص ۱۰۹، ۱۱۰، علمائے جرح وتعدیل اور ان کی کتابوں کے اسماء سے واقفیت کے لئے مذکورہ کتاب کی یہ فصل ملاحظہ کرلی جائے۔

فنِ اسماء الرجال

ان مخلصین نے صرف حدیث وروایات کے جمع وتدوین پر اکتفاء نہیں کیا، بلکہ درمیانی واسطوں کی بھی تحقیق کی، اور ان تمام راویوں کے نام ونشان، تاریخِ زندگی اور اخلاق وعادات کو محفوظ کر دیا، جن کے توسّط سے یہ روایات ان کو پہونچی تھیں، اس طرح جس ذاتِ گرامی کے متعلق "وَرَفَعْنَا لَكَ ذِكْرَكَ" کا وعدہ اور اطلاع تھی، اس کی بدولت لاکھوں اشخاص کی زندگی روشنی میں آ گئی، ان ہزاروں، لاکھوں انسانوں کی اہمیت کی وجہ صرف یہ تھی کہ وہ اس مبارک ہستی کے اقوال واعمال واحوال میں سے کسی جزء کے راوی اور اس سلسلۂ روایت کے ایک ناقل تھے، نتیجہ یہ ہوا کہ حدیث وروایات کی تدوین کے ساتھ ساتھ ایک نیا علم "اسماء الرجال" وجود میں آ گیا، یہ علم محدثین کی عالی ہمتی، علمی شغف، تحقیقی ذوق اور احساسِ ذمہ داری کی روشن مثال ہے، اس امت کا ایک قابلِ فخر کارنامہ ہے، جس میں کوئی دوسری امت اس کی سہیم وشریک نہیں، ڈاکٹر اسپرنگر نے "الاصابۃ فی أحوال الصحابۃ" (مصنفہ حافظ ابن حجرؒ) کے انگریزی مقدمہ میں بالکل صحیح لکھا ہے:

> "کوئی قوم دنیا میں ایسی گزری، نہ آج موجود ہے، جس نے مسلمانوں کی طرح "اسماء الرجال" کا عظیم الشان فن ایجاد

کیا ہو، جس کی بدولت آج پانچ لاکھ شخصوں کا حال معلوم ہوسکتا ہے۔"(۱)

محدثین نے نہ صرف رجالِ حدیث کے حالات جمع ومحفوظ کردیئے، بلکہ صحیح حالات لکھنے کی پابندی کی، اور ان کے اخلاق وعادات، قوت وضعف، احتیاط وبے احتیاطی، دیانت وتقویٰ، علم وحافظہ کے متعلق ان کے معاصرین کے بیانات اور ہر قسم کی معلومات یکجا کردیں، اور ان کے بارے میں کسی رُو رعایت سے کام نہیں لیا، خواہ ان کے زمانہ میں حاکم ہوں یا اپنے وقت کے بڑے زاہد ہوں، تاریخ میں اس سلسلہ کے عجیب وغریب واقعات محفوظ ہیں، جو اُن ناقدین کی حق گوئی اور ارشادِ خداوندی:

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا كُونُوا قَوَّامِينَ بِالْقِسْطِ شُهَدَاءَ لِلَّهِ وَلَوْ عَلَىٰ أَنفُسِكُمْ أَوِ الْوَالِدَيْنِ وَالْأَقْرَبِينَ﴾(۲)

(اے ایمان والو! انصاف پر خوب قائم رہنے والے اور اللہ کے لئے گواہی دینے والے رہو، چاہے وہ تمہارے یا (تمہارے) والدین اور عزیزوں کے خلاف ہی ہو.)

پر عمل پیرا ہونے کی واضح شہادتیں ہیں۔(۳)

---

(۱) الاصابہ فی احوال الصحابہ، مطبوعہ کلکتہ ۱۸۵۳ء، ۱۸۶۲ء۔ (۲) سورۂ نساء/ ۱۳۵.

(۳) فن اسماء الرجال اور فن جرح وتعدیل کے مطالعہ کے لئے ملاحظہ ہو! (بقیہ اگلے صفحہ پر)

تقابلی فقہ، کتاب وسنت کی روشنی میں مختلف مسالک واجتہادات کا محاکمہ

فقہی اختلافات اور مختلف اجتہادات وخیالات کا یہ تقاضا ہوا کہ مختلف فقہی مذاہب اور اجتہادی آراء کا کتاب وسنت کی روشنی میں تقابل کیا جائے، اور ایک مسلک کو دوسرے مسلک پر اور ایک اجتہاد کو دوسرے اجتہاد پر فوقیت دی جائے۔

اس موضوع پر مختلف مسالک کے علمائے احناف، مالکیہ، شوافع، حنابلہ اور علمائے اہلحدیث نے تصنیفات کی ہیں، اس میں ان کی وسیع النظری، کثرت مطالعہ اور پوری امانت داری نمایاں ہے، اس میں اگر چہ کسی خاص مسلک کی طرف جھکاؤ یا میلان پایا جاتا ہے، کبھی تو یہ غیر شعوری طور پر ہوتا ہے، اور پھر کوئی بھی انسانی کاوش جو علم وتحقیق اور تقابل ومحاکمہ کے کسی میدان سے بھی تعلق رکھتی ہو، اس سے مبرا نہیں ہوسکتی، لیکن یہ کتابیں جو تقابلی فقہ کے موضوع پر لکھی گئی ہیں، اور اس میں مسالک کے دلائل اور ان کے مصادر بیان کئے گئے ہیں، علمی فوائد اور تحقیقی مواد ومعلومات سے خالی

(پچھلے صفحہ کا بقیہ) مقدمہ ابن صلاح، تدریب الراوی اور فتح المغیث، اور محدثین اور رواۃ کے حالات جاننے کے لئے امام ذہبیؒ (م ۷۴۸ھ) کی تذکرۃ الحفاظ اور سیر اعلام النبلاء (جو ۲۵ جلدوں میں ہے) وغیرہ کتابیں ملاحظہ کی جائیں۔

نہیں۔(۱)

فن حدیث کے معاجم ولغات

علماء نے مختلف زمانوں میں متونِ حدیث کے الفاظ کے لئے معاجم ولغات مرتب کی ہیں، اور شراح نے اپنی کتابوں میں اس کا اہتمام کیا ہے، علامہ عینیؒ کی "عمدۃ القاری" اور امام نوویؒ کی شرح مسلم اس سلسلہ میں امتیاز رکھتی ہیں۔

لیکن اس اہم اور فیصلہ کن میدان میں فہم حدیث اور اس کی علمی وعملی تطبیق دینے کے سلسلہ میں علامہ محمد طاہر پٹنی گجراتیؒ نے اپنی مایہ ناز ومنفرد کتاب میں اہم کردار ادا کیا ہے، جو اسی موضوع پر ہے، اور اس سے ایک بڑی ضرورت پوری ہوتی ہے، یہ کتاب ہر حدیث سے اشتغال رکھنے والے کے لئے مفید ہے، خواہ وہ طالب علم ہو یا استاد ومحقق ہو، اس کا نام "مجمع بحار الأنوار في غرائب التنزيل ولطائف الأخبار" رکھا گیا، اور یہ پانچ ضخیم جلدوں میں

(۱) اس موضوع کی کتابوں میں امام ابن تیمیہؒ کی "فتاویٰ" اہم مقام رکھتی ہے، اس کو فتاویٰ ابن تیمیہ کے بجائے موسوعۃ الامام ابن تیمیہ کہنا زیادہ درست ہے، لیکن یہ بات بھی ذہن میں رہے کہ استفادہ کرنے والے کے لئے ضروری نہیں کہ وہ اس کی ہر بات تسلیم کرے، متوسط درجہ کے آدمی کے لئے اس سلسلہ کی بہترین قابلِ استفادہ کتاب علامہ محمد بن علی شوکانیؒ (م ۱۲۵۵ھ) کی "نیل الاوطار" ہے جو آٹھ جلدوں میں ہے، اس کی اہم خصوصیات میں احادیث سے احکام کا استنباط، استدلال کا طریقہ اور مختلف شہروں کے علماء کے مذاہب کا ذکر، صحابہ وتابعین کے مسالک کا بیان، ان سب کے دلائل کا ذکر اور اس میں حکم کی ترجیح کا بھی بیان ہے۔

طبع ہوئی۔(۱)

اس سلسلہ میں ہندوستان کے سب سے بڑے مؤرخ اور حدیث کا ذوق رکھنے والے عالم مولانا حکیم سید عبدالحی حسنیؒ سابق ناظم ندوۃ العلماء کی شہادت کافی ہے، وہ اپنی مشہور کتاب ''نزہۃ الخواطر'' (۲) جو ہندوستان کی مشہور شخصیات کے تراجم پر مشتمل ہے، اور آٹھ ضخیم جلدوں میں شائع ہوئی ہے، علامہ طاہر پٹنیؒ کے ترجمہ میں تحریر فرماتے ہیں:

> ''اس کتاب میں مصنف نے غرائب حدیث کو جمع کر دیا، اور اس سلسلہ میں جو کچھ لکھا گیا ہے، اس کا بھی ذکر کر دیا ہے، ایک حیثیت سے وہ صحاحِ ستہ کی شرح کا کام دیتی ہے، جب سے تصنیف کی گئی ہے، اہلِ علم کا اس کی مقبولیت پر اتفاق ہے، صاحبِ کتاب نے اس عظیم کارنامے کے ذریعہ اہلِ علم پر بڑا احسان کیا ہے۔'' (۳)

---

(۱) یہ کتاب دائرۃ المعارف العثمانیہ حیدرآباد سے پانچ جلدوں میں ۱۳۹۵ھ کو شائع ہوئی ہے۔

(۲) اس کتاب کے دائرۃ المعارف حیدرآباد ہی سے دو ایڈیشن نکل چکے ہیں، تیسرا ایڈیشن ''الاعلام بمن فی تاریخ الہند من الاعلام'' کے نام سے ندوۃ العلماء کے مطبع دارِ عرفات، رائے بریلی کی طرف سے شائع ہوا ہے اور عالم عربی کے لئے محمد علی دولہ کے مکتبہ دار القلم میں زیر طبع ہے۔

(۳) نزہۃ الخواطر (الاعلام بمن فی تاریخ الہند من الاعلام) ج ۴/۱۔

اس موضوع پر ابن اثیر جوزیؒ کی ''النہایہ فی غریب الحدیث والاثر'' (بقیہ اگلے صفحہ پر)

موجودہ زمانہ میں حفاظتِ حدیث کی شدید ضرورت

اور حدیث وسنت کے انکار کا نیا فتنہ

ہم پہلے تفصیل سے یہ بات ذکر کر چکے ہیں کہ حدیث ہی مسلمانوں کے رجحانات وخیالات کو تولنے اور ان کے بارے میں فیصلہ کرنے کی صحیح میزان ہے، اسلامی معاشرہ کے احتساب کا قوی ذریعہ ہے، اور ایک ایسا دائمی مرکز ومدرسہ ہے، جس سے مصلحین ومجددین مسلسل تیار ہوتے رہے ہیں، اصلاح وتجدید کے میدان میں حدیث نے کیا مؤثر کردار ادا کیا ہے، اس سلسلہ میں بھی ہم تاریخی شہادتیں پیش کر چکے ہیں۔(۱)

اخیر میں یہ بات کھل کر سامنے آگئی کہ مغربی تہذیب کے داعیوں نے (خواہ وہ جزوی تقلید کی دعوت دیتے ہوں یا کلی تقلید کی) اپنی ذہانت اور علمی تجربوں سے یہ بات سمجھ لی کہ ان کی راہ میں سب سے بڑی رکاوٹ حدیث ہی ہے، ان کی خواہشات، دعوت، اور طرزِ حیات حدیث سے کوئی

(پچھلے صفحہ کا بقیہ) بھی بڑی اہمیت کی حامل ہے، اور قدیم مراجع میں اس کا شمار ہے، یہ بھی پانچ ضخیم جلدوں میں شائع ہو چکی ہے۔

(۱) اس سلسلہ میں راقم سطور کا رسالہ ''اسلامی مزاج وماحول کی تشکیل وحفاظت میں حدیث کا بنیادی کردار'' ملاحظہ کیا جائے، اس کو مجلسِ تحقیقات ونشریاتِ اسلام ندوۃ العلماء لکھنؤ نے شائع کیا ہے۔

میل نہیں کھاتے، وہ ان کی تمام تر کوششوں پر پانی پھیر دیتی ہے، یا کم از کم وہ اس راہ میں مشکلات ورکاوٹیں پیدا کر دیتی ہے، اور مدمقابل بن کر سامنے آجاتی ہے، تو انھوں نے حدیث ہی کو اپنا اصل ہدف بنالیا، اپنا سب سے بڑا حریف سمجھ لیا، اور اپنے ان اغراض ومقاصد کی تکمیل میں سب سے بڑی رکاوٹ تسلیم کرلیا، کہ موجودہ اسلامی نسل ایک نئی تہذیب اختیار کرلے، اور اس طرزِ حیات کو چھوڑ دے، جس کی بنیاد اسلامی تعلیمات اور طریقِ نبویؐ پر ہے، اور جس کا سرچشمہ اسوۂ رسول ﷺ ہے، جس پر قرآن مجید نے آمادہ کیا، اور صاف صاف ان آیات میں اس کی دعوت دی:

﴿لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُوْلِ اللّٰهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ لِّمَنْ كَانَ يَرْجُوْ اللّٰهَ وَالْيَوْمَ الآخِرَ وَذَكَرَ اللّٰهَ كَثِيْراً﴾(۱)

دوسری جگہ ارشاد ہے:

﴿قُلْ إِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِيْ يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ﴾(۲)

آداب وتعلیمات، طریقۂ حیات وطرزِ معاشرت کو حدیث وسنت سے واضح کیا جاچکا اور ان منکرات کی بھی وضاحت ہوچکی، جن کی اللہ کے رسول ﷺ مذمت فرماچکے، ان پر نکیر کرچکے، ان کو آپ نے شعائر جاہلیہ یا دوسری امتوں کی نقالی قرار دے دیا، بس ان مغربی تہذیبوں کے داعیوں اور

---

(۱) سورۂ احزاب/۲۱۔ (۲) سورۂ آل عمران/۳۱۔

علمبرداروں نے خاص طور پر حدیث وسنت کو اپنا نشانہ بنالیا، اس کا پوری قوت کے ساتھ مقابلہ کیا، اور یہ کوشش کی کہ اس میں شک وشبہ پیدا کردیں، اور امت کو اس سے پھیر دیں، اس معاملہ میں انھوں نے بڑی چالا کی وعیاری سے کام لیا، پہلے امت کی نفسیات سے واقفیت حاصل کی، پھر ان حربوں کو اختیار کیا، جن کے ذریعہ وہ امت کو اتباع رسول ﷺ اور قانونِ شریعت سے آزادی، نفس پرستی، شہوت رانی اور مغربی تہذیب کی تقلید اور خواہشات کی آزادی میں مبتلاء کردیں۔

یہاں ہم اپنے رسالہ ''اسلامی مزاج وماحول کی تشکیل وحفاظت میں حدیث کا بنیادی کردار''(۱) کے آخری صفحات نقل کردینا مناسب سمجھتے ہیں:

انکارِ حدیث کے نئے محرکات وعوامل

مغربی نومسلم فاضل محمد اسد **(LEOPOLDWEISS)** نے سنت سے دامن چھڑانے اور حدیث کا انکار کرنے کا حقیقی سبب (جس کے داعی اس دور میں پھر اس کا بیڑا اُٹھا رہے ہیں) نئی نسل کی نفسیات اور مغربی

---

(۱) یہ رسالہ دراصل ایک مقالہ ہے، جو ''رابطہ عالمِ اسلامی'' مکہ مکرمہ کے ۱۴۰۱ھ کے توسیعی خطبات کی ایک کڑی ہے، یہ مقالہ سہ شنبہ ۱۶/ ذیقعدہ ۱۴۰۱ھ (۱۲/ ستمبر ۱۹۸۱ء) کی شب کو ''رابطہ'' کے کانفرنس ہال میں پڑھا گیا، اس موقع پر متعدد علمائے مکہ وجامعۂ ملک عبد العزیز کے اساتذہ اور اہلِ علم اور اہلِ ذوق حجاج کی ایک معتد بہ جماعت موجود تھی۔

تہذیب کے غلبہ اور طاقت سے مکمل واقفیت کی روشنی میں بیان کیا ہے کہ مغربی تہذیب کی قدروں اور پیمانوں، اور اس کے طرزِ زندگی اور فیشن، اور سنتِ نبویؐ میں کبھی گٹھ جوڑ نہیں ہوسکتا، اور اس زندگی کو جو رسول اللہ ﷺ سے گہری محبت، اور آپ کی ذات پر مکمل اعتماد اور سنت کے مراجع اور ماخذ پر پورے یقین اور اطمینان پر مبنی ہو، مغربی تہذیب کی تعظیم وتقدیس اور اس کو علم انسانی کی آخری دریافت سمجھنے کے تصور کے ساتھ جمع نہیں کیا جاسکتا، غالباً بعض اسلامی ممالک کے حکام اور سیاسی لیڈروں کے سنت پر حملہ اور انکارِ حدیث کا یہی سبب ہے، محمد اسد لکھتے ہیں:

> ''آج جبکہ اسلامی ممالک میں مغربی تہذیب کا اثر ونفوذ بہت بڑھ چکا ہے، ہم ان لوگوں کے تعجب انگیز رویہ میں جن کو ''روشن خیال مسلمان'' کہا جاتا ہے، ایک اور سبب پاتے ہیں، وہ یہ کہتے ہیں کہ ایک ہی وقت میں رسول اللہ ﷺ کی سنتوں پر عمل کرنا، اور زندگی میں مغربی تہذیب کو اختیار کرنا ناممکن ہے، پھر موجودہ مسلمان نسل اس کے لئے تیار ہے کہ ہر مغربی چیز کو عزت کی نگاہ سے دیکھے، اور باہر سے آنے والے ہر تمدن کی اس لئے پرستش کرے کہ وہ باہر سے آیا ہے، اور طاقتور اور چمکدار ہے، مادّی اعتبار سے یہ افرنگ

پرستی ہی اس واقعہ کا سب سے بڑا سبب ہے، کہ آج احادیث رسول ﷺ اور سنت کا پورا نظام رواج نہیں پا رہا ہے، سنت نبویؐ ان تمام سیاسی افکار کی کھلی اور سخت تردید کرتی ہے، جن پر مغربی تمدن کی عمارت کھڑی ہے، اس لئے وہ لوگ جن کی نگاہوں کو مغربی تہذیب وتمدن خیرہ کر چکا ہے، وہ اس مشکل سے اپنے آپ کو اس طرح نکالتے ہیں کہ حدیث وسنت کا بالکلیہ یہ کہہ کر انکار کردیں کہ سنت نبویؐ کا اتباع مسلمانوں پر ضروری نہیں، کیونکہ اس کی بنیاد ان احادیث پر ہے جو قابلِ اعتبار نہیں ہیں، اور اس مختصر عدالتی فیصلہ کے بعد قرآن کریم کی تعلیمات کی تحریف کرنا اور مغربی تہذیب وتمدن کی روح سے انھیں ہم آہنگ کرنا بہت آسان ہوجاتا ہے۔"(۱)

جو لوگ یہ کوشش کررہے ہیں کہ امت اسلامیہ کو اس حیات بخش، اور ہدایت وقوت عطا کرنے والے صاف وشفاف سرچشمہ سے (حدیث کے حجت ہونے، اور اس کی قدر ومنزلت میں شکوک وشبہات پیدا کرنے کے ذریعہ) محروم کردیں، اور اس پر سے امت کا اعتماد اُٹھ جائے، وہ اس عظیم

---

(۱) ملاحظہ ہو ! "ISLAM AT THE CROSS ROAD"

نقصان سے شاید ناواقف ہیں، جو اس امت کو پہنچا رہے ہیں، وہ شاید نہیں جانتے کہ اپنی اس نامحمود کوشش سے وہ اس امت کو اپنی میراث سے محروم، اپنے آغاز سے بے تعلق، اپنی اصل سے سرگشتہ وحیران بنارہے ہیں، اور وہ معاملہ کررہے ہیں جو یہودیت ومسیحیت کے دشمنوں نے، یا انقلابِ زمانہ نے ان مذاہب کے ساتھ کیا، اگر وہ باہوش وحواس یہ کام انجام دے رہے ہیں تو اس امت اور اس دین کا ان سے بڑھ کر کوئی دشمن نہیں، کیونکہ اس کے بعد نئے سرے سے پھر اس دینی ذوق کو وجود بخشنے کا کوئی ذریعہ نہیں رہ جاتا، وہ ذوق جو صحابۂ کرامؓ کا امتیاز تھا، اور جو رسول اللہ ﷺ کی براہِ راست صحبت، یا اس حدیثِ پاک کے واسطے کے بغیر (جو اس عہد کی سچی تصویر، اس عہد کی کیفیات سے مملوء، اور اس کی عطر بیزیوں سے معطر ہے) پیدا نہیں کیا جاسکتا۔

فاضل مصنف محمد اسد نے اپنی کتاب میں جس کا عنوان ہے ''اسلام دوراہے پر'' اسلام دشمنی کے حقیقی اسباب اور اس سازش کی خطرناکی جو مسلم معاشرہ کو اس بے بدل قوت سے محروم، اور اس بے نظیر خزانہ سے خالی کردینا چاہتی ہے، بڑی اچھی تشخیص کی ہے، وہ کہتے ہیں:

> ''سنتِ نبویؐ ہی وہ آئینی ڈھانچہ ہے، جس پر اسلام کی عمارت کھڑی ہے، اگر آپ کسی عمارت کا ڈھانچہ ہٹادیں تو کیا آپ کو اس پر تعجب ہوگا کہ عمارت اس طرح ٹوٹ

جائے، جس طرح کاغذ کا گھروندا۔"(۱)

انکارِ حدیث کا اثر، اتباعِ سنت کی ضرورت اور اس کا نتیجہ بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"لیکن یہ اعلیٰ مقام جو اسلام کو اس حیثیت سے حاصل ہے کہ وہ ایک اخلاقی، عملی، انفرادی اور اجتماعی نظام ہے، اس طریقہ سے (یعنی حدیث اور اتباعِ سنت کی ضرورت کے انکار سے) ٹوٹ کر اور بکھر کر رہ جائے گا۔"(۲)

حدیث کے حجت اور یقینی طور پر قابلِ اعتبار ہونے کے بارے میں شکوک وشبہات پیدا کرنے اور سنت کے انکار کی دعوت دینے کے مختلف ادوار میں، (۳) مختلف پیمانوں پر، اور مختلف مذہبی، سیاسی اور شخصی اغراض ومقاصد سے، اور شریعتِ اسلامی کی تنفیذ اور دینی پابندی کی ذمہ داری سے فرار کی خاطر ناعاقبت اندیشانہ کوششوں کے باوجود ہمیشہ سنت کا علم بلند رہا، اور اس کی دعوت جاری رہی، اسلامی معاشرہ کا خمیر حدیثِ پاک سے تیار ہوا ہے، اور

---

(۱) "اسلام دوراہے پر" (۲) "اسلام دوراہے پر"

(۳) تفصیل کے لئے کتاب "السنۃ ومکانتہا فی التشریع الاسلامی" کا دوسرا باب ملاحظہ ہو، جو مختلف ادوار میں سنت کے بارے میں کئے جانے والے شبہات کے بیان میں ہے، ص۱۲۳ تا ۱۵۳۔

اس کے رگ وریشہ میں حدیث سرایت کر چکی ہے، اور اس طرح اس کا جزوِ بدن بن چکی ہے، کہ اس کو اسلامی معاشرہ کے جسم سے الگ کرنا اور محض قرآن کی بنیاد پر کوئی نیا مکمل معاشرہ قائم کرنا ممکن نہیں، خدائے تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿وَأَنْزَلْنَا إِلَيْكَ الذِّكْرَ لِتُبَيِّنَ لِلنَّاسِ مَا نُزِّلَ إِلَيْهِمْ﴾ (۱)

(اور ہم نے آپ پر قرآن نازل کیا تاکہ آپ وضاحت کے ساتھ ان لوگوں کے لئے اس کو بیان کردیں، جو ان کے لئے نازل کیا گیا ہے.)

حدیث نبویؐ کے ساتھ ہمیشہ مطالعہ، فہم وتحقیق، اور اس کے مراجع ومآخذ کی نشر واشاعت اور اس کے مخطوطات ونوادرات کی تحقیق وطباعت وغیرہ جیسی مختلف شکلوں میں اہتمام کیا جاتا رہا، اور اسلامی معاشرہ کا محاسبہ وجائزہ، دعوت الی الخیر، امر بالمعروف، ونہی عن المنکر، بدعتوں اور خرافات کی تردید، مغربی تہذیب کی اندھی تقلید، عقائدی، فکری اور تہذیبی ارتداد، اور مغربی تمدن کو اپنی تمام خرابیوں اور کمزوریوں، اور اسلامی زندگی کے مخالف عادات اور قوانین کے ساتھ اختیار کر لینے پر سخت نکیر کا سلسلہ ہمیشہ جوش وخروش کے ساتھ اس بنیاد پر قائم رہا کہ سنت کو فیصلہ کن حیثیت حاصل رہی ہے، اور احادیثِ نبویہ کو قرآن کے بعد دوسرا بنیادی ماخذ یقین کیا جاتا رہا

---

(۱) سورہ نحل/۴۴

ہے، اور رسول اللہ ﷺ کی پیشین گوئی ہر دور میں حق ثابت ہوتی رہی!

"لاتزال طائفة من أمتي ظاهرين على الحق لا يضرهم من خذلهم حتى يأتي أمر الله وهم كذلك"(۱)

(میری امت کا ایک گروہ ہمیشہ حق پر قائم رہے گا، یہاں تک کہ قیامت آجائے.)

حدیث کی حجیت میں شکوک وشبہات پیدا کرنے والے، اور انکارِ سنت کا علم بلند کرنے والے اس "چراغِ مصطفوی" کو اپنی کمزور پھونکوں سے بجھانے کی ناپاک کوشش کر رہے ہیں!

﴿يُرِيدُونَ لِيُطْفِئُوا نُورَ اللَّهِ بِأَفْوَاهِهِمْ وَاللَّهُ مُتِمُّ نُورِهِ وَلَوْ كَرِهَ الْكَافِرُونَ﴾(۲)

ع

پھونکوں سے یہ چراغ بجھایا نہ جائیگا!

(۱) "عن ثوبان ومعاوية رضي الله عنهما" علامہ سخاویؒ نے لکھا ہے کہ اس حدیث کے متعدد اسانید وشواہد ہیں۔

(۲) سورۂ صف/۸

باب چہارم

تدریس کی روشنی میں بعض تجربات ومشاہدات

علمِ حدیث میں اپنی کم مائیگی و بے بضاعتی کے پورے اعتراف کے ساتھ اپنے زمانۂ تدریس اور علمی وفکری حلقوں سے مناسبت وتعلقات کی روشنی میں اس مختصر رسالہ کے اخیر میں ان قارئین کے لئے جن کا تعلق دینی مدارس اور علم وتحقیق کے مراکز سے ہے، اپنے ان مخلصانہ مشوروں اور تجربات ومشاہدات کا تذکرہ مناسب معلوم ہوتا ہے، جو راقم کو حاصل ہوئے ہیں۔

(۱) پہلی چیز جس کا اہتمام بہت زیادہ ضروری اور اہم ہے، وہ کتبِ حدیث کے درس وتدریس اور بحث وتحقیق میں اخلاص واحتساب اور تصحیحِ نیت ہے، اس لئے کہ رسول اللہ ﷺ نے بعض ان خالص دینی واجبات واعمال میں (جس کو انسان محض امرِ الٰہی کی تعمیل اور رضائے الٰہی کے حصول کے لئے کرتا ہے) ایمان واحتساب کی شرط لگائی ہے، اس لئے کہ ان اعمال میں بھی بعض مرتبہ ماحول کا دباؤ اور لوگوں کے قیل وقال اور تنقید وملامت کا خوف شامل ہوجاتا ہے، اورانسان ان اعمال کو بھی معاشرہ کے اثر سے اور ملامت کے خوف سے کرتا ہے، تو آپ ﷺ نے ان دینی واجبات واعمال میں بھی حصولِ ثواب

ورضائے الٰہی اور حصولِ تقرّب کی نیت کے استحضار کی قید لگادی، اور یہ بات نبی ہی کہہ سکتا ہے، جس پر اللہ کی طرف سے وحی نازل ہوتی ہے، اور وہ انسانی کمزوریوں اور خواہشاتِ نفسانیہ کے اسباب اور شیطانی مکائد سے بخوبی واقف ہوتا ہے، ارشادِ نبویؐ ہے:

"من صام رمضان إيماناً واحتساباً غفر له ما تقدم من ذنبه"(۱)

(جس نے رمضان کے روزے رکھے، ایمان واحتساب کی نیت سے، تو اللہ تعالیٰ اس کے گزشتہ گناہوں کو معاف کردے گا.)

دوسری جگہ ارشاد ہے:

"من قام ليلة القدر إيماناً واحتساباً غفر له ماتقدم من ذنبه"(۲)

(جو لیلۃ القدر میں ایمان واحتساب کی نیت سے عبادت کرے گا، اللہ تعالیٰ اس کے گزشتہ سب گناہوں کو معاف فرمادے گا.)

---

(۱) صحیح بخاری، کتاب الصوم، باب من صام رمضان ایماناً واحتساباً.

(۲) صحیح بخاری، کتاب الصوم، باب فضیلۃ لیلۃ القدر.

تو جب انسان کے لئے یہ ممکن ہے کہ وہ رمضان کے روزے اور شبِ قدر کی عبادت کو (جبکہ ان میں مشقت ومجاہدہ ہے، اوران کوصرف تقرب الی اللہ اور رضائے الٰہی کے حصول کے لئے مشروع کیا گیا ہے) ایمان واحتساب سے خالی ہوکر کرے، تو وہ اعمال ومساعی جن کے متعدد مقاصد وفوائد ہوسکتے ہیں، ان کے بارے میں کیا کہا جاسکتا ہے، اس لئے اُن مساعی ومشاغل میں اس کی طرف خاص توجہ کی ضرورت ہے، کہ اُن میں اجر وثواب کی نیت کا استحضار ہو، اور انفرادی واجتماعی فوائد ملحوظ ہوں، اور اس کی تبلیغ ودعوت ہو، اس کی روشنی میں معاشرہ کا جائزہ لیا جائے، اور آنحضرت ﷺ کے اس ارشاد پر عمل ہو کہ:

"نضّر الله امرءاً سمع منا شيئا فبلغه كما سمعه، فربّ مبلّغ أوعى من سامع"(۱)

(اللہ تعالیٰ اس شخص کو سرسبز وشاداب رکھے! جس نے ہم سے کچھ سنا، پھر ویسے ہی اس کو دوسروں کو پہونچایا، بسا اوقات جس کو اس نے پہونچایا ہے، وہ سننے والے سے زیادہ محفوظ رکھنے والا ہوتا ہے۔)

امام بخاریؒ نے اپنی کتاب کی ابتداء بڑی حکمت سے کی ہے، اور

(۱) جامع ترمذی.

اس میں توفیقِ الٰہی شامل ہے کہ انھوں سب سے پہلے یہ حدیث ذکر کی ہے:

”إنما الأعمال بالنيات، وإنما لكل امرئٍ مانوى، فمن كانت هجرته إلى دنيا يصيبها أو إلى امرأة ينكحها فهجرته إلى ماهاجر إليه.“ (۱)

(اعمال کا دارومدار نیتوں پر ہے، ہر آدمی کو وہی ملے گا، جیسی اس کی نیت ہوگی، جس کی ہجرت حصولِ دنیا کے لئے یا کسی عورت سے شادی کے لئے ہوگی تو اسی کی طرف اس کی ہجرت ہوگی، یعنی اس کو ہجرت کرنے کا اجر نہیں ملے گا.)

اس حدیث سے کتاب کی ابتداء میں امام بخاریؒ کے دو اہم مقاصد ہیں، پہلا مقصد تو یہ ہے کہ امام صاحبؒ نے یہ اشارہ فرمادیا کہ ان کا جمع وتالیف کا یہ عمل محض رضائے الٰہی کے حصول اور ثواب کی امید میں ہے، اور اس لئے ہے کہ کلامِ رسول اللہ ﷺ جو صحیح سندوں سے ثابت ہے، اس کو عام طور پر مسلمانوں اور خاص طور پر علماء اور حدیث سے اشتغال رکھنے والوں تک پہونچادیا جائے۔

دوسرا مقصد امام صاحبؒ کا یہ ہے کہ وہ پڑھنے والوں کو بھی تصحیح نیت کی دعوت دیں، اور رضائے الٰہی کے حصول کا جذبہ یاد دلائیں، اس طرح یہ

---

(۱) صحیح بخاری، کتاب الایمان.

حدیث شریف کی کسی بھی کتاب کے لئے بہترین دیباچہ اور مقدمہ ہے۔(۱)

علمِ حدیث کے طلبہ اور مطالعہ کرنے والوں کے لئے سب سے ضروری یہ ہے کہ وہ اپنی نیتوں کی تصحیح کریں، اپنے اندر اخلاص واحتساب پیدا کریں، تقرب الی اللہ کا جذبہ بیدار کریں، اس کے ثواب اور توفیق کی امید رکھیں، اور طلبِ دنیا اور مادّی اغراض ومقاصد کو دل سے نکال دیں، شہرت وناموری اور حصولِ دنیا کا جذبہ ان کے اندر نہ ہو، اگر بغیر قصد وارادہ کے بھی یہ بات دل میں پیدا ہو تو اس کو کھرچ دیں۔

(۲) ایمان واحتساب اور حدیثِ نبوی ؐ کی قدر ومنزلت کی معرفت کے ساتھ ساتھ اس کا وہ ادب واحترام جو اس کے شایانِ شان ہے، تواضع وفروتنی کا اظہار، اور پھر اللہ تبارک وتعالیٰ کی عطا فرمائی ہوئی توفیق وسعادت پر اس کا شکر بجالانا بھی ضروری ہے، اس سلسلہ میں حدیث کے مدرسین ومعلمین اور اس کی قدر پہچاننے والے اور اس توفیقِ الٰہی پر اس کا شکر کرنے والے طلبۂ حدیث کے عجیب ومحیر العقول واقعات تاریخ کی زینت ہیں، کہ وہ کس طرح اس کے درس ومطالعہ کے وقت باوضو رہتے، اور آداب ملحوظ رکھتے، اور

---

(۱) اس میں اس شخص کے لئے بھی جواب موجود ہے، جو امام بخاریؒ پر یہ اعتراض کرتا ہے کہ انھوں نے اپنی کتاب کی ابتداء حمد وصلاۃ سے نہیں کی، اور نہ ہی اس کی غرض وغایت بتائی، اور نہ موضوع کی تحدید کی، اس لئے کہ یہ حدیث بجائے خود ایک بہترین دیباچہ اور خطبہ ہے۔

انصاف سے کام لیتے، اور جس نے اس کے خلاف کیا، احادیث اور کتب حدیث کے ساتھ سوءِ ادب اور اہانت کا معاملہ کیا، اور سخت تنقیدیں کیں، ان کے بارے میں ایسے واقعات موجود ہیں، جن کو سن کر رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں، کہ کس درجہ وہ الحاد ودہریت کا شکار ہو گئے، اور غضبِ الٰہی کا نشانہ بنے، اللہ تعالیٰ تمام مسلمانوں اور طالبانِ علومِ دینیہ کو اس دردناک انجام سے محفوظ فرمائے۔

(۳) قرآن مجید سے یہ بات ثابت ہے کہ بعثتِ شریفہ کے بنیادی مقاصد میں تعلیمِ کتاب وسنت اور تزکیۂ نفوس ہے، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿كَمَا أَرْسَلْنَا فِيكُمْ رَسُولاً مِّنكُمْ يَتْلُو عَلَيْكُمْ آيَاتِنَا وَيُزَكِّيكُمْ وَيُعَلِّمُكُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ وَيُعَلِّمُكُم مَّا لَمْ تَكُونُوا تَعْلَمُونَ﴾(۱)

(جس طرح (منجملہ اور نعمتوں کے) ہم نے تم میں تمہیں میں سے ایک رسول بھیجا، جو تم کو ہماری آیتیں پڑھ کر سناتے ہیں، اور تمہیں پاک بناتے ہیں، اور کتاب (قرآن) اور دانائی سکھاتے ہیں، اور ایسی باتیں بتاتے ہیں جو تم پہلے نہیں جانتے تھے۔)

---

(۱) سورۂ بقرہ/۱۵۱۔

اور فرماتا ہے:

﴿لَقَدْ مَنَّ اللّٰهُ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ إِذْ بَعَثَ فِيْهِمْ رَسُوْلًا مِّنْ أَنْفُسِهِمْ يَتْلُوْ عَلَيْهِمْ آيَاتِهٖ وَيُزَكِّيْهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ، وَإِنْ كَانُوْا مِنْ قَبْلُ لَفِيْ ضَلَالٍ مُّبِيْنٍ.﴾(۱)

(خدا نے مؤمنوں پر بڑا احسان کیا ہے کہ ان میں انھیں میں سے ایک پیغمبر بھیجا، جو ان کو خدا کی آیتیں پڑھ پڑھ کر سناتے اور ان کو پاک کرتے اور (خدا کی) کتاب اور دانائی سکھاتے ہیں، اور پہلے تو یہ لوگ صریح گمراہی میں تھے.)

دوسری جگہ ارشاد ہے:

﴿هُوَ الَّذِيْ بَعَثَ فِي الْأُمِّيِّيْنَ رَسُوْلًا مِّنْهُمْ يَتْلُوْ عَلَيْهِمْ آيَاتِهٖ وَيُزَكِّيْهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ وَإِنْ كَانُوْا مِنْ قَبْلُ لَفِيْ ضَلَالٍ مُّبِيْنٍ.﴾(۲)

(اور وہی تو ہے جس نے اَن پڑھوں میں انہی میں سے (محمد ﷺ کو) پیغمبر بنا کر بھیجا، جو ان کے سامنے اس کی آیتیں پڑھتے اور ان کو پاک کرتے، اور انھیں (خدا کی) کتاب

(۱) سورۂ آل عمران/۱۶۴. (۲) سورۂ جمعہ/۲.

اور دانائی سکھاتے ہیں، اور اس سے پہلے تو یہ لوگ صریح
گمراہی میں تھے۔)

تو تزکیۂ نفوس بعثت کے بنیادی مقاصد میں سے ہے، اور ان بڑے مظاہر میں سے ہے کہ جن میں معجزۂ نبویؐ، شریعتِ اسلامی اور اسوۂ رسول ﷺ کا ظہور ہوا، اور یہ مسئلہ اخلاق کی تہذیب، فضائل سے آراستہ ہونے اور رذائل سے پاک ہونے کا ہے، کہ وہ مسلمان جو اس نبوی مدرسہ وتربیت گاہ سے تربیت یافتہ ہیں، اخلاق کی بلندی اور انسانی اقدار میں کامل نمونہ ہوں، اور یہ سب کچھ نورِ نبوتؐ اور تعلیماتِ نبویؐ کا فیضان ہو، وہ اللہ تعالیٰ کے اس قول کی عملی تفسیر ہوں کہ:

﴿لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ لِّمَنْ كَانَ يَرْجُوْ اللّٰهَ وَالْيَوْمَ الْآخِرَ وَذَكَرَ اللّٰهَ كَثِيْراً.﴾(۱)

(اور تم کو پیغمبرِ خدا (ﷺ) کی پیروی (کرنی) بہتر ہے، (یعنی) اس شخص کو جسے خدا (سے ملنے) اور روزِ قیامت (کے آنے) کی امید ہو، اور وہ خدا کا ذکر کثرت سے کرتا ہو۔)

اللہ تعالیٰ نے لفظ حکمت کو متعدد جگہوں پر ان ہی اخلاق وآدابِ نبویؐ کے لئے استعمال فرمایا ہے:(۲)

---

(۱) سورۂ احزاب/۲۱. (۲) مثال کے طور پر ملاحظہ ہو! ''سورۂ لقمان/۱۲.

اس مسئلہ (تہذیبِ اخلاق وتزکیۂ نفوس) کی اہمیت حضور ﷺ کے اس ارشادِ مبارکہ سے بھی ظاہر ہوتی ہے، آپ ﷺ نے فرمایا:

"إنما بعثت لأتمم مكارم الأخلاق." (۱)

(میں اس لئے مبعوث کیا گیا ہوں کہ مکارمِ اخلاق کی تکمیل کردوں.)

تو یہ اس کی بہترین مثال اور افضل ترین نمونہ ہے، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿إِنَّكَ لَعَلىٰ خُلُقٍ عَظِيمٍ﴾ (۲)

(بلاشبہ آپ تو بلند اخلاق پر ہیں.)

تو خاص طور سے کتبِ حدیث ودواوینِ سنت سے استفادہ کرتے وقت تزکیۂ نفوس، تہذیبِ اخلاق، اتباعِ سنت، تعلیمات وآدابِ نبویؐ کی پیروی کے پہلو کی طرف توجہ کی ضرورت ہے، ہر حدیث کا طالب علم چہ جائیکہ معلّم ومحقق ہو، اس کو لوگوں کے لئے اخلاق ومعاملات میں، طور وطریق میں

---

(۱) امام مالکؒ نے مؤطا کی بلاغات میں یہ روایت ذکر کی ہے، ابن عبد البرؒ فرماتے ہیں، کہ یہ روایت مختلف سندوں سے حضرت ابوہریرہؓ اور دوسرے صحابہؓ سے متصلاً منقول ہے، امام احمدؒ نے اپنی مسند میں حضرت ابوہریرہؓ سے اس کو صحیح سند کے ساتھ مرفوعاً نقل کیا ہے، اس کے الفاظ یہ ہیں: "إنما بعثت لأتمم صالح الأخلاق."

(۲) سورۂ قلم/۴.

اُسوہ ونمونہ ہونا چاہئے، علمِ حدیث اور سیرت وسنت سے اشتغال کی تاثیر اس کی زندگی سے نمایاں ہو، اس کا طور وطریق اس کی اثر پذیری پر ایک روشن دلیل ہو، اور یہ چیز لوگوں کو (خاص طور پر ان ممالک میں جن میں اکثریت غیر مسلموں کی ہو یا وہاں مغربی تہذیب کا غلبہ ہو) اس امتیاز وتفوق کے اسباب پر غور وفکر پر آمادہ کرے، اور اسلام وسیرتِ نبویؐ کے مطالعہ پر مجبور کرے، یہ دعوتِ اسلام کا ایک بہترین ذریعہ اور ذرائع ابلاغ اختیار کئے بغیر ان کو متوجہ کرنے کا ایک اچھا راستہ ہے۔

اس مقصد کی تکمیل کے لئے خاص طور پر ان احادیثِ صحیحہ کی کتابوں کا مطالعہ ضروری ہے، جن میں خاص طور پر اس موضوع پر توجہ کی گئی ہے۔

ان اہم ترین کتابوں میں امیر المؤمنین فی الحدیث امام بخاریؒ کی ''الادب المفرد'' ہے، دوسری کتاب جو اسی موضوع پر تصنیف کی گئی، وہ حافظِ کبیر ذکی الدین عبدالعظیم منذری دمشقیؒ (م ۶۵۶ھ) کی ''الترغیب والترہیب'' ہے، جو چار ضخیم جلدوں میں شائع ہوئی ہے۔

تیسری کتاب جو مشہور ومقبول ہے، امام ابوزکریا محی الدین یحییٰ بن شرف نوویؒ (م ۶۷۶ھ) کی ''ریاض الصالحین'' ہے۔(۱)

---

(۱) اس فہرست میں راقم سطور کے والد مولانا حکیم سید عبدالحی حسنی صاحبؒ کی ''تہذیب الاخلاق'' بھی شامل ہے، جو دارالعلوم ندوۃ العلماء کے نصاب میں بھی داخل ہے۔

اخیر میں یہ بات بھی ملحوظ رہنی چاہئے کہ وہ مذاہبِ فقہیہ جن پر زمانہ قدیم سے عمل چلا آرہا ہے، جن میں احکام کے استنباط واستخراج کی بنیاد کتاب وسنت ہے، ان کو ہدفِ ملامت نہ بنایا جائے، اس لئے کہ یہ بے موقع صلاحیتوں کا ضائع کرنا اور دوست سے برسرِ پیکار ہونا ہے،(۱)

بیشک اجتہادی اختلافات کے اظہار کی گنجائش موجود ہے، بشرطیکہ نیت درست ہو، زہد وتقویٰ اور اخلاص پایا جاتا ہو، کتاب وسنت کا احترام ہو، اور ان کو اساسِ اول قرار دیا جائے، اور جن کو اللہ نے قبولیت ومقبولیت عطا

---

(۱) اس موضوع پر ''حجۃ اللہ البالغۃ'' و''ازالۃ الخفاء'' کے مصنف حضرت شاہ ولی اللہ صاحب دہلویؒ کی کتاب ''الانصاف فی بیان أسباب الاختلاف'' (اختلافی مسائل میں اعتدال کی راہ) کا مطالعہ کیا جائے۔

اس کا مطلب یہ نہیں کہ تقابلی مطالعہ نہ کیا جائے، اور مذاہب فقہیہ کو احادیث کے سامنے پیش نہ کیا جائے، اور احادیث کی معتمد وصحیح کتابوں کو سامنے رکھ کر دلائل وشواہد سے بحث نہ کی جائے، جیسا کہ متقدمین علمائے کبار نے بھی کیا ہے، مقصود صرف یہ ہے کہ ان مذاہب فقہیہ کے خلاف جن کی اساس کتاب وسنت پر ہے، اور امت کا بڑا طبقہ اس پر عمل کرتا چلا آرہا ہے، کوئی ایسی متحمس تحریک یا جماعت قائم نہ کی جائے، یا کوئی سیاسی یا جماعتی نعرہ نہ دیا جائے، اس لئے کہ اس سے ردّعمل پیدا ہوگا، اور اس کے مقابلے کے لئے کوئی دوسری تحریک شروع ہو جائیگی، خاص طور سے یہ بات کسی ایسے زمانے میں جب اسلامی وجود، شریعتِ اسلامی اور اسلامی تشخص ہی کو خطرات درپیش ہوں اور ہر طرف سے یلغار ہو، یہ چیز ہرگز امت کے مفاد میں نہیں ہے۔

فرمائی اور شہرت وعموم سے نوازا، ان کا بھی احترام کیا جائے۔

ان تمام چیزوں کے بجائے تمام تر توجہات اور اللہ کی دی ہوئی صلاحیتیں کتاب وسنت کی تحقیق ومطالعہ اور قرآن وحدیث سے استدلال میں صَرف کی جائیں، اور اللہ تعالیٰ نے جو زورِ بیان، قوتِ خطابت واستدلال عطا فرمایا ہے، ان کو شرک وبدعات اور ان کے مظاہر کی تردید میں لگایا جائے، خاص طور پر ان ملکوں میں جہاں اسلام عجمی فاتحین کے ذریعہ داخل ہوا، اور جہاں اکثریت غیر مسلموں کی ہے، اور مسلمان بھی ان ہی رسوم وعادات اور عقائد وتقلیدات میں ملوث ہوں، اور جہاں طویل طویل وقفے ایسے گزرے ہیں کہ حدیث شریف کے مطالعہ وتحقیق، اس کی نشر واشاعت، قرآن مجید میں غور وفکر، اس کی تعلیمات کا علم اور علاقائی زبانوں میں اس کی نشر واشاعت کا کام بند رہا ہو، جیسا کہ ہمارے ملک ہندوستان کا مسئلہ ہے۔

اس سلسلہ میں حضرت شاہ ولی اللہ دہلویؒ اور ان کے صاحبزادگان وخلفاء، خاص طور پر حضرت سید احمد شہیدؒ اور شاہ اسماعیل شہیدؒ اور ان کے اصحاب مولانا ولایت علی صادق پوریؒ اور مولانا کرامت علی جونپوریؒ کے طریقۂ کار کو اپنایا جائے، جن میں آخر الذکر کے ذریعہ بنگلہ دیش میں لاکھوں

اشخاص کے عقائد کی تصحیح ہوئی، اور وہ بدعات سے تائب ہوئے۔(۱)

نوٹ

یہ بات ذہن میں رہنی چاہئے کہ راقم نے اس رسالہ میں صرف ان کتب حدیث اور شروح کا ذکر کیا ہے، جن کا راقم کو علم ہوسکا، یا ان سے استفادہ کیا گیا، ممکن ہے کہ بعض اہم شروح کا ذکر اس میں رہ گیا ہو، تو یہ کتاب کوئی دائرۃ المعارف یا کتب حدیث کی فہرست نہیں ہے، اس کا اکثر حصہ اہم کتب خانوں سے بعید مقامات پر قیام کے دوران تحریر کیا گیا ہے، لہٰذا اس کو کسی مذہبی تعصب، خاص فقہی مسلک یا کسی خاص مکتب فکر کی طرف توجہ دلانے پر نہ محمول کیا جائے۔

والعذر عند کرام الناس مقبول

[مؤلف]

(۱) اس تحریکِ اصلاح وتجدید کی تاریخ اور اس کے امام حضرت سید احمد شہیدؒ کے بارے میں واقفیت کے لئے راقم کی تالیفات "سیرت سید احمد شہیدؒ" (دو حصے) "جب ایمان کی بہار آئی" "تحقیق وانصاف کی عدالت میں ایک مظلوم مصلح کا مقدمہ" حضرت شاہ اسماعیل شہیدؒ کی "تقویۃ الایمان" اور مولانا غلام رسول مہر کی اس سلسلہ کی تصنیفات ملاحظہ ہوں، حضرت سید صاحبؒ کے ہاتھ پر چالیس ہزار مشرکین وکفار نے اسلام قبول کیا، اور تین لاکھ اشخاص نے براہِ راست بیعت وتوبہ کی۔